آؤ لوگو کہ یہین نور خدا پاؤ گے ❊ لو تمہین طور تسلی کا بتایا ہمنے

ریویو آف ریلیجنز

یعنے

Digitized by Khilafat Library

دُنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۲ بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۰۳ء نمبر ۸

فہرست مضامین

عِصمتِ انبیاء علیہم السلام	۲۹۳ – ۳۲۳	اخبار الٰہی فیتی	۳۲۸ – ۳۳۲
حضرت داؤد پر تہمت	۲۹۳	اور	
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک پر حملے	۳۰۲	مسلمانون کا اعتقاد دوزخ کے متعلق	

انجمن اشاعت اسلام قادیان نے انوار الاسلام پریس قادیان دارالامان مین باہتمام منشی محمد افضل احمدی
۲۰ اگست سنہ ۱۹۰۳ء کو چھپوا کر شائع کیا

چندہ سالانہ .... معمولی کاغذ پر عاشہ .... اعلیٰ کاغذ پر

ضروری التماس

(۱) سکرٹری صاحب انجمن حصہ داروں کی خدمت مین التماس کرتے ہین کہ جسقدر حصص کا روپیہ ان کی طرف باقی ہو اسکو بلا توقف روانہ کر کے مشکور فرماوین۔ کام کو سہولت کے ساتھ چلانیکے لئے ایک معقول رقم سرمایہ کا جمع رہنا ضروری ہو لیکن حصہ داروں کی بے اتفاقی سے یہ حالت ہے کہ جسقدر روپیہ اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک وصول ہونا چاہیئے تھا آج تک بھی اسمین سے نصف سے بھی کم وصول ہوا ہے ایسی صورت مین ایک نئے کام مین جو مالی مشکلات پیش آسکتی ہین وہ آسانی سے قیاس کیجا سکتی ہین +

(۲) حصہ داران انجمن کا بحیثیت حصہ دار ہونیکے یہ بھی بڑا فرض ہے کہ وہ انگریزی اور اردو رسالہ کی اشاعت کو بڑہانے کے لئے ہر وقت ساعی رہین +

(۳) اردو رسالہ کی اشاعت کو ایسی حد تک پہنچانا نہایت ضروری ہوگیا ہے کہ اسی کی آمد پر انگریزی رسالہ کی کافی تعداد غیر اسلامی ممالک مین مفت تقسیم کیجاوے۔ یہ اشاعت حضرت اقدسؑ کے مشن کا بڑا بھاری جز ہو۔ اور اس لئے اس مین حصہ لینا سب احمدی بھائیون کا فرض ہو۔ امید ہو کہ ہمارے دوست اسمین غفلت سے کام نہ لین گے۔ اردو رسالہ کی قیمت جو عہ روپیہ سالانہ لیجاتی ہو وہ نہ صرف اس رسالہ کی قیمت ہے بلکہ اسکا ایک جزو (اگرچہ بسبب قیمت کو کم کر دینے کے وہ کم ہوگیا ہے) انگریزی رسالہ کی اشاعت مین جو اسوقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بڑی غرض ہو خرچ ہوتا ہو اس لیئے ہر ایک دوست کو چاہیئے کہ اس رسالہ کو حضرت اقدسؑ کے مشن کی ایک عظیم الشان شاخ سمجھکر اس کی مدد مین حصہ لیوے۔ اردو رسالہ کی اشاعت پانچ چھ ہزار تک پہنچ جانیسے انگریزی رسالہ اس کی آمد پر چلسکتا ہے۔ اسلئے پانچ چھ سو سے پانچ چھ ہزار تک پہنچنے کیلئے جسقدر سعی درکار ہو سب دوست اپنا فرض سمجھکر اسمین حصہ لیوین۔

(۴) بعض احباب نے اپنی گرہ سے انگریزی رسالہ کی قیمت دیکر غیر ممالک مین مفت رسالہ بھجوایا ہو لیکن انکی تعداد اسقدر تھوڑی ہے کہ اس ذریعہ سے پانچ چھ رسالون سے زیادہ باہر مفت نہین بھیجے جاسکتے اگرچہ بعض دوسرے ذرائع سے یہ تعداد کسی قدر بڑھی ہوئی ہے۔ ہمارے صاحب توفیق دوست توجہ کرین تو کچھ مشکل نہین کہ ایسی تعداد ایک سو تک پہنچ جاوے +

مینیجر رسالہ ریویو آف ریلیجنز قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

عِصمتِ انبیاءؑ پر پادری مانزو کا رسالے

گذشتہ اشاعت سے آگے

حضرت داؤد پر تہمت

پادریوں نے حضرت داؤد علیہ السلام پر زنا کی تہمت لگائی ہے اس کی اصلیت بائیبل کے جھوٹے قِصّوں میں ہو تو ہو لیکن قرآن کا ایک لفظ بھی اس بے بنیاد الزام کی تائید نہیں کرتا بلکہ صاف الفاظ میں اس جھوٹ کی تردید کرتا ہے اور محقق مفسرین اور محدثین بھی اسی نتیجہ پر پہونچے ہیں کہ یہ محض جھوٹ ہے۔ چنانچہ فخر الدین رازی جو مفسرین میں سب سے بڑھکر مانے گئے ہیں تفسیر کبیر میں اس قِصّہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ "مفسرون میں سے اکثر محققین نے اس قِصّہ کو مردود ٹھہرایا ہے اور اس پر کذب اور فساد کا حکم لگایا ہے" حضرت علی کو جب یہ معلوم ہوا کہ ایسا جھوٹا الزام خدا کے ایک پاک نبی پر لگایا جاتا ہے تو انہوں نے خطبہ میں یہ فرمایا۔ من حدثکم بحدیث داؤد علیٰ مایرویہ القصاص جلدتہ مائۃ وستین وھو حد الفریۃ علی الانبیاء یعنی جو شخص حضرت داؤد کا قِصّہ اس طرح بیان کریگا جس طرح قصہ گو لوگ بیان کرتے ہیں (یعنی ان پر زنا کی تہمت لگائیگا) میں اس کو ایک سو ساٹھ کوڑے لگاؤنگا اور یہ انبیاء پر جھوٹی تہمت کی حد ہے" یہاں حضرت علی نے نہ صرف اس قصہ کو جھوٹا ٹھہرایا ہے بلکہ اس کی حد عام مومنین پر تہمت کی حد سے دوگنی کردی ہے۔ چنانچہ خطبہ میں

آپ نے یہی بیان فرمایا کہ جب عام مومن پر تہمت کی حد اسّی کوڑے ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ نبی پر تہمت کیلئے دوگنی سزا نہ دیجاوے۔ حضرت علیؓ کے اس خطبہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے قصے مسلمان محققین کے ذریعے اسلام مین نہین آئے بلکہ جھوٹے قصہ گو ہی ان کے اصل مشتہر کرنیوالے تھے۔ اس لئے جو الزام حضرت داؤد پر لگایا جاتا ہے اس کی تردید کافی طور پر حضرت علی کے اس خطبہ اور مسلمان محقق مفسرین کی رائے سے ہی ہو جاتی ہے لیکن اس کے جھوٹ کو اور بھی واضح کرنے کے لئے ہم قرآن کریم کے اصل الفاظ پر بحث کرینگے اور دکھائینگے کہ یہ قصہ گھڑنے مین کہان تک جھوٹ سے کام لیا گیا ہے۔ جن آیات کی بنا پر اعتراض کیا جاتا ہے وہ سورہ ص مین آئی ہین۔ اس قصہ کو سمجھنے کیلئے سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ اس کے اول و آخر پر غور کیا جاوے۔ چنانچہ آغاز مین اور آخر پر حضرت داؤد کی بہت ہی تعریف کی گئی ہے اور یہ خیال کرنا کہ ایسے تعریف کے الفاظ کے درمیان کسی ایسے سخت جرم کا ذکر ہے جس کے متعلق تہمت لگائی گئی ہے۔ پرلے درجہ کی حماقت ہے + چنانچہ شروع مین پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے اللہ تعالے فرماتا ہے۔ اصبر علی ما یقولون واذکر عبدنا داؤد ذاالاید انہ اواب وشددنا ملکہ واتینہ الحکمۃ وفصل الخطاب "ان اذیتون پر جو کفار کیطرف سے تجھے پہونچ رہی ہین، صبر کر اور ہمارے بندہ داؤدؑ کو یاد کر جس کو ہم نے طاقت دی ہوئی تھی کیونکہ وہ ہماری طرف رجوع کرنیوالا تھا۔ .... اور ہم نے اس کے ملک کو مضبوط کیا اور اس کو حکمت اور فصل خطاب عطا فرمایا" اس جگہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ ہدایت ہے کہ جس طرح حضرت داؤدؑ دکھون اور تکلیفون پر صبر کرتے رہے اسی طرح آپ بھی صبر کرتے رہین + اس سورہ کا مکی ہونا اس امر پر شاہد ہے کہ یہ زمانہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر بڑے بڑے مصائب کا زمانہ تھا اور کفار کیطرف سے آپ کو اس وقت طرح طرح کے دکھ اور تکلیفین پہونچ رہی تھین ان تکالیف کیوقت آنحضرت کو حکم ہوتا ہے کہ اسی طرح صبر سے ان کی برداشت کر جس طرح حضرت داؤدؑ نے صبر سے مصائب کی برداشت کی +

ہم اس بات پر زور نہین دیتے کہ پادری صاحبان ضرور پہلے رائی کے دانہ کے برابر ایمان حاصل کرین تو ہی ان کی سمجھ مین یہ بات آسکے گی۔ کیونکہ انجیل کی شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ رائی کے دانہ کے برابر ایمان ان مین بالکل نہین لیکن اگر ان کے دماغ مین رائی کے دانہ کے برابر عقل ہو تو اس بات کا سمجھنا ان کے لئے چندان مشکل نہ ہوگا کہ اگر نعوذ باللہ حضرت داؤدؑ کے کسی فسق کا ذکر اس جگہ مذکور ہے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کس بات مین ان کی پیروی کرنے کے لئے حکم دیا گیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تو یہ فرماتے ہین۔ کہ زانی زنا نہین کرتا در آنحالیکہ وہ مومن ہو اور نیز یہ کہ جو شخص کسی مسلمان کا ناحق خون کرنے مین کچھ بھی حصہ لیگا وہ

قیامت کے دن خدائے تعالےٰ کے سامنے اس حالت مین حاضر ہوگا کہ اس کی پیشانی پر "خدا کی رحمت سے ناامید" لکھا ہوا ہوگا۔ اور خدائے تعالےٰ آپ کو اس شخص کی پیروی کا حکم دیتا ہے جس کے متعلق ساتھ ہی یہ ذکر ہے کہ اس نے نعوذ باللہ زنا کیا اور ایک مومن کو اس کی عورت چھیننے کے لئے ناحق قتل کرایا۔ پھر علاوہ ازین آنحضرتؐ کے سامنے کس طرح وہ شخص صبر کے لئے نمونہ پیش کیا جا سکتا ہے جو اپنی شہواتی خواہشات کو بھی نہین روک سکتا۔ ایسے شخص سے صبر کی امید کیا ہو سکتی ہے۔ پھر ایک اور امر قابل غور ہے کہ حضرت داؤد کو اللہ تعالےٰ ان الفاظ مین یاد فرماتا ہے کہ وہ ہمارا خاص بندہ ہے اور اس کو عبدنا کے عزت کے خطاب سے پکارتا ہے۔ گویا اس لفظ مین حضرت داؤدؑ کی کمال عبودیت کا اظہار فرماتا ہے اور اس پاک اور خالص تعلق کو ظاہر کرتا ہے جو حضرت داؤدؑ کو جناب الٰہی سے حاصل ہے ایسی تعریف کے ذکر کے ساتھ زنا اور قتل جیسے قبیح جرایم کا ذکر ایک احمقانہ خیال ہے۔ خدا کا پاک کلام ایسی بیہودگیون سے پاک ہے۔ سورہ فرقان مین اللہ تعالےٰ عباد الرحمٰن کی صفات بیان فرماتا ہے اور دوسری صفات کے ساتھ یہ بھی بیان فرماتا ہے کہ وہ زنا نہین کرتے اور نہ ناحق خون ہی کرتے ہین۔ پھر غور کرو کہ حضرت داؤدؑ کو خدائے تعالےٰ ذوالاید بیان فرماتا ہے یعنی صاحب طاقت۔ طاقت سے مراد صرف جسمانی یا دنیوی طاقت ہی نہین۔ کیونکہ حضرت داؤدؑ کی دنیوی طاقت کو آگے الگ ان الفاظ مین بھی بیان فرمایا ہے وشددنا ملکہ یعنی ہم نے اس کی سلطنت کو مضبوط کیا اور علاوہ ازین دنیوی طاقت مومنین کے ساتھ مخصوص نہین بلکہ کفار کو بھی دیجاتی ہے۔ اس لئے اس جگہ صاحب طاقت بیان کرنے سے بالخصوص ان کی روحانی طاقت کا ذکر مقصود ہے۔ یعنی وہ طاقت جو انسان کو بدی کی کشش کے مقابلہ کے لئے دیجاتی ہے اور یہی وہ روحانی طاقت ہے جس کی وجہ سے حضرت داؤدؑ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے صبر کا نمونہ بیان فرمایا۔ اس سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف کے مطابق حضرت داؤدؑ کو اللہ تعالےٰ کیطرف سے یہ طاقت دی گئی تھی کہ وہ اس کے احکام کے مطابق چلین اور اس کی راہ سے باہر ایک قدم بھی نہ رکھین۔ انہین معنون کی تائید لفظ اوّاب سے بھی ہوتی ہے جو ساتھ ہی واقع ہوا ہے۔ کیونکہ اوّاب مبالغہ کا صیغہ ہے۔ یعنی بہت ہی خدا کیطرف رجوع کرنیوالا۔ اس لئے جہان ایک طرف اللہ تعالےٰ نے یہ بیان فرمایا کہ حضرت داؤد کو عظیم الشان روحانی طاقت دی گئی تھی۔ ساتھ ہی یہ بھی بیان فرماتا ہے کہ وہ ہمیشہ خدا کیطرف رجوع کرنیوالے تھے یعنی ہر معاملہ مین خدا کی فرمانبرداری کو اختیار کرتے تھے۔ ایسے آدمی کیطرف زنا اور قتل کو منسوب کرنا اور پھر یہ کہنا کہ یہ قصہ مذکور بھی اسی آیت مین ہے جس مین اس کی یہ تعریف کی گئی ہے۔ پرلے درجہ کی

بیہودگی نہیں تو کیا ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ یہ بھی بیان فرماتا ہے کہ ہم نے حضرت داؤدؑ کو حکمت عطا فرمائی تھی اور خود ہی قرآن شریف میں حکمت کے معنے بیان فرماتا ہے کہ ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً۔ یعنی جس کو حکمت دیجاوے اس کو خیر کثیر دیا جاتا ہے +

یہ اعلےٰ درجہ کے اوصاف اس شخص کے بیان کئے گئے ہیں جس کے متعلق پادریصاحبان یہ کہتے ہیں کہ اس سے اگلی ہی آیت میں اس کے سیاہ کبائر کا ذکر ہے قبل اس کے جو ہم ان آیات کے الفاظ پر غور کریں جن کی بنا پر یہ بہتان حضرت داؤدؑ پر باندھا جاتا ہے۔ ہم یہ بھی دیکھنا چاہتے ہیں کہ ان آیات کے بعد اللہ تعالےٰ حضرت داؤدؑ کا ذکر کن الفاظ میں کرتا ہے۔ قصہ کو ختم کرنیکے بعد سب سے پہلے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ان لہ عندنا لزلفی و حسن مآب "اور داؤدؑ کو ہمارے حضور قرب حاصل تھا اور اچھا رجوع کرنا" اب کیونکر ممکن ہے کہ ایکطرف تو ابھی ایک شخص کے زنا اور خونریزی کا قصہ ختم نہیں ہوا اور دوسری طرف اس کی تعریف ان الفاظ میں شروع ہو جائے کہ اسکو جناب الٰہی میں بڑا قرب حاصل تھا قصہ کے عین اختتام پر ان الفاظ کا آنا صاف بتاتا ہے کہ قصہ میں کوئی ایسا ہی امر مذکور ہے جس سے حضرت داؤدؑ کی استقامت اور اسکا قرب بارگاہ الٰہی میں ثابت ہوتا ہے۔ ورنہ کوئی اور نظیر بھی قرآن شریف میں ہونی چاہئے کہ جہاں فاسقوں کے کبائر کا ذکر کرتے ہوئے خدائے تعالےٰ نے یہ بھی فرمایا ہو کہ ان کو ہماری جناب میں قرب حاصل تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ دونوں خیال ایک دوسرے کے متضاد ہیں اور ایک کے ساتھ دوسرا جمع ہی نہیں ہو سکتا۔ پھر قرآن شریف جیسی فصیح بلیغ کتاب کیطرف ایسے متضاد خیالات کو منسوب کرنا پادریوں کی اپنی حماقت ہے۔ جو شخص زنا جیسے شیطانی فعل کا مرتکب ہو کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ اسکو خدا کے حضور قرب حاصل ہے۔ ایسے فعل سے وہ شیطان کیطرف پھرتا اور شیطان کے نزدیک ہوتا اور خدائے تعالےٰ سے دور ہوتا ہے اور پھر اور بھی تعجب کی بات یہ ہے کہ اس کے بعد ہی خدائے تعالےٰ حضرت داؤدؑ کو کہتا ہے کہ اے داؤدؑ ہم تجھے زمین پر اپنا خلیفہ بناتے ہیں۔ اگر نعوذ باللہ حضرت داؤدؑ پر یہ تہمت سچی ہے تو یہ خوب بدلا ہے کہ ادہر تو ایک شخص نفسانی خواہشوں کے تابع تمام انسانی حقوق سے اندھا ہو کر زنا اور خون ناحق کا مرتکب ہوتا ہے اور ادہر اسے خدائے تعالےٰ فرماتا ہے کہ لو اب ہم تمہیں اپنا خلیفہ بنا کر انسانی حقوق کا محافظ ٹھہراتے ہیں کیا خدائے تعالےٰ کو حضرت داؤدؑ کا یہ فعل بہت ہی پسند آیا تھا یا اسکے سوائے زمین پر اور کوئی خلافت کے قابل ہی معلوم نہ ہوا۔ اس قسم کی بیہودگیوں سے معترضین کو شرم کرنی چاہئے۔ اگر ایک عیسائی کے اندر بھی یہ سچی خواہش ہو کہ وہ سچائی کو معلوم کرے اور اسی کو اختیار کرے تو اسقدر مضبوط دلائل موجود ہیں کہ جن سے انکار کی گنجایش ہی نہیں۔ لیکن ان لوگوں کے مدنظر صرف دنیا ہی دنیا ہے اور اس پیچھے اور

زندہ خدا کو چھوڑ کر جھوٹ سے پیار کرتے ہین۔ ہم نے صفائی سے ثابت کر دیا ہے کہ جس آیت کی بنا پر حضرت داؤد ؑ پر جھوٹا الزام لگایا جاتا ہے اس سے پہلی اور پچھلی آیات اس قصے کی سخت تردید کرتی اور اس کو جھوٹا ٹھہراتی ہین اب اصل الفاظ پر غور کرنا باقی ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَهَلْ أَتَاكَ نَبَأُ الْخَصْمِ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ۝ إِذْ دَخَلُوا عَلَىٰ دَاوُودَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوا لَا تَخَفْ خَصْمَانِ بَغَىٰ بَعْضُنَا عَلَىٰ بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَا إِلَىٰ سَوَاءِ الصِّرَاطِ ۝ إِنَّ هَٰذَا أَخِي لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَعْجَةً وَلِيَ نَعْجَةٌ وَاحِدَةٌ فَقَالَ أَكْفِلْنِيهَا وَعَزَّنِي فِي الْخِطَابِ ۝ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ إِلَىٰ نِعَاجِهِ ۖ وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَا هُمْ ۗ وَظَنَّ دَاوُودُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ ۝ فَغَفَرْنَا لَهُ ذَٰلِكَ ۖ وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَآبٍ ۝ يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ۔

ترجمہ۔ اور کیا پہونچی ہے تیرے پاس (داؤد کے) دشمنون کی خبر جب وہ دیوار پھاند کر عبادتخانے مین آ گئے۔ جب وہ داؤد کے پاس آئے تو وہ ان سے ڈر گیا۔ وہ کہنے لگے مت ڈر ہم تو صرف دو فریق مقدمہ ہین اور ہم مین سے بعض نے بعض پر زیادتی کی ہے سو ہم مین انصاف کا فیصلہ کر دے اور بات کو دور نہ ڈال اور ہم کو سیدھی راہ (اس معاملہ مین) بتا دے۔ (پھر ایک بولا) یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دُنبیان ہین اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے پھر بھی یہ کہتا ہے کہ وہ ایک بھی میرے ہی حوالے کر دے اور اس بات کے کرنے مین مجھ سے زبردستی کرتا ہے۔ حضرت داؤد ؑ نے کہا کہ اس طرح پر تیری دنبی کو بھی اپنی دنبیون مین ملا لینے کے واسطے مانگنے مین یہ ناانصافی کرتا ہے اور حق بات یہ ہے کہ اکثر شریک ایکدوسرے پر زیادتی کرتے ہین سوائے ان لوگون کے کہ ایمان لائے اور نیک عمل کئے مگر ایسے لوگ بہت تھوڑے ہین اور داؤد ؑ نے سمجھ لیا کہ ہم نے اس کو فتنہ مین ڈالا ہے۔ سو اس نے خدا کی حفاظت طلب کی اور خدا کے آگے جھک کر گر گیا۔ اور خدا کی طرف رجوع کیا۔ سو ہم نے اسکو حفاظت دی اور اسکے لئے ہمارے حضور مین قرب ہے۔ اور اچھا ٹھکانہ۔ اے داؤد ہم تجھ کو اس ملک مین خلیفہ بناتے ہین"۔ اب اس سارے قصے مین ایک لفظ بھی ایسا کہ نہین جس سے صراحتاً یا کنایۃً یہ نتیجہ نکل سکے کہ حضرت داؤد ؑ نے نعوذ باللہ اوریا کو قتل کیا اور اس کی جورو سے زنا کیا۔ کسقدر افسوس کی بات ہے کہ کفارہ کی من گھڑت کو قائم رکھنے کیلئے عیسائی لوگ اپنے خداوند کے

داؤد کی بے ادبی سے بھی باز نہین آتے۔ یہ ایک جھوٹے عقیدے کے گندے لوازم ہین۔ قرآن شریف کے الفاظ کا...... لفظی ترجمہ جو اوپر دیا گیا ہے پادریون کو جو خدا کے ایک پاک نبی پر کمینہ تہمتین لگاتے ہین جھوٹے ٹھہراتا ہے۔ قرآن شریف جس قصّہ کو بیان کرتا ہے وہ صرف اسقدر ہے کہ حضرت داؤد کے دشمن کسی بدارادہ کے ساتھ دیوارین پھاند کر آ گئے تھے لیکن حضرت داؤد ؑ کو جاگتا پا کر وہ اپنے بدارادہ کو تو پورا نہ کر سکے اور اپنے بچاؤ کے لئے یہ بہانہ پیش کر دیا کہ ہم ایک مقدمہ لیکر آئے ہین جس کا فیصلہ آپ اسیوقت کر دین۔ حضرت داؤد نے جب دیکھا کہ اس کے دشمن اس طرح اس کی جان کے درپے ہین تو آپنے سمجھ لیا کہ سوائے حفاظت الہی کے اور کسی طرح ان کے ہاتھ سے بچنا مشکل ہے اور اسی لئے خدا سے دعا کی کہ تو ہی میری حفاظت کر۔ اور چونکہ وہ خدا کے نزدیک بڑے مقرب اور بہت اس کی طرف رجوع کرنیوالے تھے اس لئے اللہ تعالٰے نے ان کی دعا کو قبول کیا اور تمام خطرات کو دور کر دیا اور اس ملک مین انہین خلیفہ بنا دیا محقق مفسرین نے اسی روایت کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ امام رازی تفسیر کبیر مین اس آیت کے نیچے لکھتے ہین "یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت داؤد کے دشمنون کی ایک جماعت آپکے قتل کے درپے تھی اور آپنے تنہائی مین عبادت کیلئے ایک دن علیحدہ کیا ہوا تھا۔ دشمنون نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھا اور ایک شرارت کا منصوبہ پورا کرنیکے لئے دیوارین پھاند کر عین اس جگہ پر پہونچ گئے جہان حضرت داؤد تنہا تھے۔ لیکن وہان پہونچنے پر انہون نے پہرے والونکو موجود پایا اور اس لئے اس خوف سے کہ وہ گرفتار کر لئے جاوینگے ایک جھوٹ بنا کر حضرت داؤد کے سامنے پیش کر دیا۔" آیت کا سیاق و سباق اور دوسرے تمام واقعات انہین معنون کی سچائی پر دلالت کرتے ہین +

یہ قصہ کہ جو لوگ دیوار پھاند کر آئے تھے وہ حضرت داؤد کے دشمن نہین تھے بلکہ فرشتے تھے جو حضرت داؤد کو اوریا کی جورو کے معاملہ مین تنبیہ کرنے آئے تھے۔ قرآن شریف کے الفاظ کو مدنظر رکھکر صحیح تسلیم نہین کیا جا سکتا۔ ایک لفظ بھی ایسا نہین جس سے معلوم ہو سکے کہ وہ فرشتے تھے۔ برعکس اسکے انکا دیوار پھاند کر آنا اور دروازون مین سے گذر کر نہ آنا یا کسی اور خارق عادت طریق سے ظاہر نہ ہونا یقینی طور سے اس نتیجہ پر پہونچاتا ہے۔ کہ نہ تو وہ درحقیقت فریق مقدمہ تھے۔ جیسا انہون نے بیان کیا اور نہ فرشتے تھے۔ بلکہ داؤد کو قتل کرنیکا منصوبہ کر کے آئے تھے اور یہ سمجھکر کہ اسوقت وہ اکیلا اپنی عبادتگاہ مین ہوگا۔ دیوار پھاند کر اندر آ گئے۔ کیونکہ سیدھے راستے سے آنے مین باہر کے دروازونکے پہرے والے ان کو روک دیتے۔ علاوہ ازین اگر وہ فرشتے ہوتے تو وہ جھوٹ نہ بولتے اور یہ نہ کہتے کہ ہم دو فریق مقدمہ ہین

اگر حضرت داؤد واقعی کسی گناہ کے مرتکب ہوئے تھے تو کیا خدا کسی اور طریق سے ان کو اسکا احساس نہ دلا سکتا تھا اور کیا حضرت داؤد کا اپنا احساس گناہ کا اس قدر جاتا رہا تھا۔ اور وہ ایسا سخت دل ہوگیا تھا کہ ایسے قبیح جرایم کا مرتکب ہوکر جیسے کہ زنا اور قتل ہین پھر بھی اسے پتہ نہ لگا کہ مین نے خدا کی مرضی کے خلاف کوئی کام کیا ہے اور جبتک دو فرشتے جھوٹ نہ بولتے اسکو پتہ ہی نہ لگ سکتا تھا۔ کہ مین نے کوئی گناہ کیا ہے۔ اس لئے ایسا خیال کرنے مین صرف خدا کے ایک پاک نبی پر ہی جھوٹی تہمت نہین لگائی جاتی۔ بلکہ اللہ تعالے کے فرشتون کو بھی جھوٹے ماننا پڑتا ہے۔ علاوہ ازین اگر حضرت داؤد واقعی ایسے گناہ کے مرتکب ہوئے ہوتے جس سے وہ خدائی اور انسانی حقوق کو توڑ چکے تھے تو فیصلہ دیتے وقت یہ الفاظ ان کے منہ سے کیونکر نکل سکتے تھے کہ بہت سارے شریک ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہین۔ سوائے ان لوگون کے جو ایمان لائے اور جو عمل نیک کرتے ہین۔ بظاہر وہ اپنے آپ کو مومن اور عمل صالح کرنے والے سمجھتے ہین اور اس لئے وہ ان لوگون مین سے نہین ہو سکتے جو اپنے قریبیون یا ہمسائیون پر یا دوسرے لوگون پر کسی قسم کا ظلم روا رکھتے ہون + اب جب حضرت داؤد اپنے آپ کو ان لوگون مین سے بھی نہین سمجھتے جو دوسرون پر چھوٹے سے چھوٹا ظلم بھی کر سکین۔ تو یہ کس قدر بیہودگی ہے کہ یہ کہا جائے کہ وہ خود نہ صرف مال پر ہی ظلم کر چکے تھے بلکہ پاکدامنی پر اور جان پر بھی حملہ کر چکے تھے کیا کوئی شخص ایسی جرأت کر سکتا ہے کہ دوسرے کو تو اتنے ظلم پر بھی سخت تنبیہ کرے کہ اس نے کسی کی بکری کیون لی۔ اور خود ایک آدمی کو جان سے مار کر اس کی عورت کو چھین لے۔ اگر واقعی حضرت داؤد ایسا کر چکے ہوتے تو بجائے اس کے کہ اپنے آپ کو ان لوگون سے مستثنیٰ کرتے جو لوگون کے حقوق چھین لیتے ہین ان کو چاہئے تھا کہ اپنے آپ کو ایسے ظالمون مین سے سب سے بڑھکر سمجھتے۔ علاوہ ازین کہ اللہ تعالیٰ کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرمانا کہ دشمن جو دکھ دیتے ہین ان پر اسی طرح صبر کر جس طرح داؤد نے اپنے دشمنون کی تکلیفون پر صبر کیا بےمعنی ہو جاتا ہے۔ اگر بجائے صبر کے حضرت داؤد کی کامون مین سے نمونہ وہ پیش کیا جاوے جو ایک سخت گناہ ہے۔ صبر کا نمونہ اسی صورت مین ہو سکتا ہے کہ وہ معنے لئے جاوین جو اوپر بیان کئے گئے ہین کیونکہ اس صورت مین حضرت داؤد اپنے ان دشمنون کو بھی معاف کرتے ہین جو قتل کا منصوبہ کر کے اچانک ان پر آن پڑے تھے۔ باوجود صاحب طاقت اور ملک ہونے کے آپ نے ان سے وہ سلوک نہ کیا جس کے وہ مستحق تھے بلکہ ان کو معاف کیا اور خود جناب الٰہی سے پناہ مانگی۔ وہ چاہتے تو ان کو مار ڈالتے لیکن انہون نے اپنی طاقت پر

بھروسہ کر کے جناب الٰہی سے حفاظت طلب کی کیونکہ سچی حفاظت وہی ہے جو خدا کی طرف سے ملتی ہے
یہ فقرات کہ ظن داؤد انما فتنٰہ اور فاستغفر ربہ کسی سمجھ دار آدمی کو اس نتیجہ پر
نہیں پہونچا سکتے کہ حضرت داؤد کسی ایسے گناہ کے مرتکب ہوئے تھے جیسا ان پر الزام لگایا جاتا ہے۔
پہلے فقرہ کا مطلب صرف یہ ہے کہ حضرت داؤد سمجھ گئے کہ ان کی زندگی بڑے خطرے کی حالت مین پڑ گئی
تھی۔ اور دوسرے کے معنے یہ ہین کہ انہوں نے اپنے ربّ سے حفاظت طلب کی +

حضرت داؤد کے متعلق یہ جھوٹی کہانیان کیونکر مشہور ہو گئین اس کے متعلق چند الفاظ کافی ہون گے۔
وہ طاقت اور سلطنت جو حضرت داؤد اور سلیمانؑ کو حاصل تھی سلیمان کے بیٹے کے نیچے اس مین سخت ضعف
آگیا۔ جو یہودی اس کی حکومت سے آزاد ہو گئے ان کے دلون مین پہلے اس کے متعلق اور پھر حضرت
سلیمان اور داؤد کے متعلق نفرت بڑھتی گئی۔ مرور زمانہ سے یہ نفرت دل مین جمتی گئی اور زیادہ مضبوط...
ہوتی گئی اور اس لئے جھوٹے قصے ان کی نسبت مشہور ہونے شروع ہو گئے اور بالآخر ایسے ایسے قصے
مشہور کئے گئے جو ان کی نبوت کے منافی تھے۔ چنانچہ حضرت سلیمان پر کفر اور بت پرستی کا الزام لگایا گیا
اور اس لئے قرآن شریف کو اس الزام کی تردید کے لئے یہ ضرورت پڑی کہ بیان کرے کہ سلیمان نے کفر
نہین کیا ورنہ اس بات کے کہنے کی کوئی ضرورت نہ تھی کہ وَمَا کَفَرَ سُلَیْمٰنُ حضرت مسیحؑ کے متعلق بھی
ایک الزام کی ہی تردید کے لئے قرآن شریف کو یہ کہنا پڑا کہ اس کی روح شیطانی نہین بلکہ خدا کی طرف سے
ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح اور ان کی والدہ پر بھی یہود نے بڑے ناپاک الزام لگائے تھے ایسے ہی جیسے کہ آج کل
کے عیسائی دوسرے انبیاء پر لگاتے ہین۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے ان الزامات کی تردید کی۔ اور جیسا کہ
سلیمان کے متعلق کہا کہ وہ کافر نہین تھا اسی طرح پر مسیح کے متعلق فرمایا کہ اس کی روح شیطانی نہین۔ بلکہ
خدا کی طرف سے ہے ہر دو نبیون کی صورت مین اس قسم کے بیان کی ضرورت نہ پڑتی۔ اگر دشمنون کے
ان ناپاک حملون کا جواب مقصود نہ ہوتا کیونکہ جب سلیمان کے متعلق کفر کی نفی کی تو اس سے یہ نتیجہ نہین نکلتا
کہ باقی نبیون نے کفر کیا تھا۔ ایسا ہی جب مسیح کے متعلق یہ کہا کہ اس کی روح خدا کی طرف سے ہے تو اس سے
یہ نتیجہ نہین نکلتا کہ باقی نبیون کی روح خدا کی طرف سے نہین۔ بلکہ دونون صورتون مین رد الزام مقصود ہے
غرض حضرت داؤد اور سلیمان کے متعلق ایسی ایسی جھوٹی کہانیان شائع ہونی شروع ہو گئین۔ اور
آخر کار قومی اعتقاد کا جزو ہو گئین۔ جب اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو یہودی
بھی بکثرت اسلام مین داخل ہوئے اور جس طرح یہ کہانیان ان مین علے العموم مشہور تھین اسی طرح بعد اسلام

کے بھی چلی آئین۔ ان قصون کے زیادہ اسلام مین پھیل جانے پر حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو یہ ضرورت پڑی کہ وہ صاف طور پر اس امر کا اعلان کر دین کہ جو شخص حضرت داؤد کی نسبت ایسا جھوٹا قصہ بیان کرے گا اس پر جھوٹی تہمت کی دوگنی حد لگائی جاوے گی۔ لیکن جون جون یہودی اسلام مین زیادہ داخل ہوتے گئے اور مرور زمانہ کے سبب سے اسلام کے پاک اصولون پر اس مضبوطی سے قیام نہ رہا جیسا کہ ابتدائی زمانہ اسلام مین تھا۔ یہ قصے بھی زیادہ وقعت کی نظر سے دیکھے جانے لگے۔ یہانتک کہ کسی مفسر نے بے احتیاطی سے ان کو تفسیرون مین بھی داخل کر دیا۔ لیکن ہم ثابت کر چکے ہین کہ قرآن کریم کے الفاظ ان کا سیاق و سباق۔ محقق مفسرین کی رائے اور حضرت علی کا اعلان حضرت داؤد کے متعلق اس الزام کو سیاہ جھوٹ ٹھہراتے ہین ÷

یہ تو حضرت داؤد کا قصہ ہے لیکن انجیلون مین حضرت مسیح کے متعلق ایک فاحشہ عورت کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ اور ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہین کہ پادری صاحبان انجیل کے حرف حرف کو سچا اور الہامی مان کر حضرت مسیح کی عصمت کو کیونکر ثابت کر سکتے ہین۔ حضرت مسیح نے ایک کنجری سے تیل ملوایا اور تیل بھی وہ جو اس کی زنا کی کمائی کا تھا۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ باوجود شباب کے اور بن بیاہا ہونے کے یسوع ایسی عورتون کے ساتھ کھلے طور سے ملتا جلتا تھا جن کا چال چلن نہ صرف مشتبہ تھا بلکہ جو شہرت یافتہ بدکار عورتین تھین اور اس کا تعلق اس قسم کا تھا کہ وہ ایک موقعہ پر ان بدکار عورتون کی تعریف بھی کرتا ہے دیکھو لوقا ۷ باب اور متی ۲۱ باب ۳۱۔ اگر اس قسم کا کوئی واقعہ حضرت داؤد کے متعلق یا دوسرے کسی نبی کے متعلق قرآن شریف مین ہوتا تو پادری بہت ہی خوش ہوتے لیکن یہ اپنی آنکھ کا شہتیر ان کی نظر سے پنہان ہے۔ اگر یہ واقعات جو انجیلون مین یسوع کی نسبت مذکور ہین کسی دوسرے نبی کے متعلق ہوتے تو کئی مانرو اور قلندر مضمون پر مضمون لکھتے کہ فلان نبی فلان گناہ کا مرتکب ہے لیکن جب یسوع کے متعلق اس قسم کے واقعات پائین تو پھر تاویل کا دروازہ کھل جاتا ہے اور انہین واقعات سے جو دوسرے نبیون کی صورت مین گناہ بتائے جاتے ہین مسیح کی صورت مین بڑے بڑے نصائح اور اخلاقی سبق عیسائیون کے لئے نکالے جاتے ہین۔ پادریون کی یہ منطق ہماری سمجھ مین نہین آتی۔ ایک طرف تو ہمین کہا جاتا ہے کہ چونکہ حضرت داؤد نے بذریعہ استغفار حفاظت الٰہی طلب کی اس لئے وہ نعوذ باللہ زنا کا مرتکب ہوا تھا اور دوسری طرف یہ کہ چونکہ مسیح کنجریون اور بدکار عورتون کے ساتھ ملا جلا رہتا تھا اس واسطے وہ پاکباز ہے۔ راستبازی کے دشمن اور نبیون کو گالیان دینے والے ان پادریون سے

بڑھکر دنیا مین کبھی پیدا نہین ہوئے۔ وہ اپنے دلون کو پاک کرنا تو جانتے ہی نہین مگر راستبازون کے دلون کی پاکیزگی کو بھی وہ ناپاکی سمجھتے ہین +

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک پر حملے

Digitized by Khilafat Library

پادری مانرو قرآن شریف کے + دو مقامات پیش کرتا ہے جہان اس کے نزدیک آنحضرت کے کسی ایسے فعل کی طرف اشارہ ہے جس کو گناہ کہا جا سکتا ہے ان مین سے پہلا مقام سورہ احزاب مین ہے۔ چنانچہ اس سورت مین سے ایک آیت کے ایک حصہ کا ترجمہ نقل کر کے پادری مانرو بڑی جرأت سے کہتا ہے "کیا اس کا یہ مطلب نہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالےٰ نے اس گناہ کے لئے سرزنش کی کہ وہ کیون لوگون سے ڈرے" لیکن اس آیت مین جس کا وہ حوالہ دیتا ہے وہ ایک لفظ بھی ایسا نہین دکھا سکتا جس سے معلوم ہو کہ آنحضرت لوگون سے ان معنون مین ڈرے تھے جن معنون مین خدا سے ڈرنا چاہیئے۔ یا یہ کہ وہ خدا سے نہین ڈرتے تھے۔ یا یہ کہ وہ اس طرح پر ڈرنے مین کسی گناہ کے مرتکب ہوئے تھے۔ چنانچہ وہ آیت ہم یہان نقل کرتے ہین۔ واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ امسک علیک زوجک واتق اللہ وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ وتخشی الناس واللہ احق ان تخشٰہ فلما قضی زید منھا وطرا زوجنکھا لکیلا یکون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیاءھم اذا قضوا منھن وطرا وکان امر اللہ مفعولا ۝

ترجمہ۔ اور جب تو نے کہا اس شخص کو جس پر اللہ نے احسان کیا اور جس پر تو نے بھی احسان کیا اپنی بیوی کو طلاق مت دے اور خدا سے ڈر اور تو اپنے دل مین ایک چیز کو چھپاتا تھا جسے اللہ ظاہر کرنا چاہتا تھا اور تو لوگون سے ڈرتا تھا اور اللہ زیادہ حقدار ہے اس بات کا کہ تو اس سے ڈرے۔ پھر جب زید اس

+ ان کے علاوہ جن چار مقامات کا ذکر پادری مانرو کرتا ہے ان پر علیحدہ استغفار اور ذنب کے نیچے بحث کی گئی ہے کیونکہ ان سے پادری صاحب عام طور پر گنہگار ہونا نکالتے ہین اور ان دو مقامات کی طرح وہان کسی خاص گناہ کا ذکر نہین بتاتے +

عورت سے اپنی غرض پوری کرچکا تو ہم نے اسے تیرے نکاح مین دیدیا تاکہ مسلمانون کے لئے اپنے لے پالکون کی جورؤون سے جب وہ انہین طلاق دیدین نکاح کرلینا کوئی گناہ نہ ہے اور خدا کا امر اسی طرح پر ہونا تھا" اب کسی پہلو سے سوچا جاوے خدا کے سوائے کسی اور چیز سے ڈرنا کسی صورت مین گناہ نہین کہلا سکتا۔ پادری مانرو کو چاہیئے تھا کہ اپنے دعوے کی تائید مین قرآن شریف کی کوئی آیت پیش کرتا۔ حضرت موسے مصریون سے ڈر کر مدین کو بھاگ گئے مگر کیا کہین سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایسا کرنے مین وہ خدا کے گنہگار تھے۔ پھر جب اللہ تعالےٰ کے حکم کے مطابق حضرت موسےٰ نے اپنا عصا پھینکا اور وہ سانپ بن گیا تو اس وقت بھی موسے ڈرے لیکن کہین نہین لکھا کہ وہ ایسا کرنے مین کسی گناہ کے مرتکب ہوئے تھے + پھر ایک اور امر قابل غور ہے کہ جب حضرت موسےٰ اور ساحرین کا مقابلہ ہوا۔ اور ان کی رسیان وغیرہ لوگون کی نظر مین سانپ دکھائی دینے لگین۔ تو حضرت موسے کی نسبت خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ فاوجس فی نفسہ خیفۃ موسےٰ یعنی موسے اپنے دل مین ڈرے۔ لیکن باوجود اس کے کہین خدا نے حضرت موسے کو سرزنش نہین کی کہ وہ کیون ڈرا یا کہین یہ نہین کہا کہ اس نے گناہ کیا۔ اسی طرح اور بہت سی مثالین بائبل سے پیش کی جاسکتی ہے جن سے صاف پایا جاتا ہے کہ اس قسم کا ڈرنا کوئی گناہ نہین ہے۔ اگر عقل کے رو سے دیکھا جائے تو بھی اس طرح پر ڈرنا گناہ نہین ہے۔ ڈر انسان کی فطرت مین رکھا ہوا ہے اور کسی خوف ناک نظارے کو دیکھکر فطرتاً انسان ڈر جاتا ہے۔ لیکن اس طرح پر ڈرنے سے یہ نہین کہ انسان کو خدا کا ڈر نہین رہتا۔ خدا کا ڈر ایک الگ چیز ہے جس کے سبب سے انسان اس کی مرضی کی راہون مین چلتا ہے۔ اور اس کی فرمانبرداری کے طریق کو اختیار کرتا ہے اور اس کی نافرمانی کو ایک بھسم کرنیوالی آگ سمجھ لیتا ہے۔ ان معنون مین خدا کے پاک نبی اللہ تعالےٰ سے ڈرتے ہین اور ان معنون مین سوائے خدا کے اور کسی چیز سے نہین ڈرتے۔ چنانچہ سورہ احزاب کی اس آیت سے مابعد کی آیت جس پر پادری مانرو اعتراض کرتا ہے اس طرح پر ہے + الذین یبلغون رسلت اللہ ویخشونہ ولایخشون احدا الا اللہ یعنی جو لوگ خدا کے پیغام پہونچاتے ہین اور خدا سے ہی ڈرتے ہین اور سوائے خدا کے کسی سے نہین ڈرتے + یہان تمام انبیاء کی نسبت صاف صاف بیان کیا گیا ہے کہ ان سب کو خدا نے ایسا بنایا ہے کہ وہ سوائے خدا کے کبھی کسی سے نہین ڈرتے۔ اور اسی لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی اسوجہ سے کہ وہ بھی انبیاء

مین سے ہین بلکہ بموجب قرآن شریف کے سب سے افضل ہین لوگون سے ڈرنے مین خدا کے گنہگار نہین ہو سکتے کیونکہ جن معنون مین خدا سے ڈرنا چاہئے۔ ان معنون مین تمام انبیاء خدا کے سوا کسی سے ڈرتے ہی نہین۔ اب پادری مانرو صاحب اگر چاہتے تو ان الفاظ کو قران شریف مین عین اسی موقعہ پر پڑھ سکتے تھے جہان ان کو چند الفاظ اعتراض کرنے کے لئے نظر آ گئے تھے لیکن تعصب کا پردہ ان کی آنکھ پر پڑا رہا اور اس لئے ان کو یہ لفظ نظر نہ آئے۔ انبیاء کی یہ تعریف بتاتی ہے۔ کہ حضرت موسے کا ڈرنا یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ڈرنا یا کسی دوسرے نبی کا ڈرنا ان کے خدا کے ڈر کے کسی طرح متضاد نہین ہے کیونکہ ایسے موقعہ پر دراصل یہ لفظ الگ معنون مین استعمال ہوتا ہے۔ نہ صرف انبیاء کی نسبت ہی قرآن شریف یہ کہتا ہے کہ وہ سوائے خدا کے کسی سے نہین ڈرتے بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی نسبت بھی فرماتا ہے کہ لا یخافون لومة لائم کہ وہ کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت سے نہین ڈرتے۔ پس جب آنحضرتؐ کے صحابہ کا یہ حال ہے کہ وہ خدا کی راہ مین خدا کے سوا کسی سے نہین ڈرتے تو آنحضرت جو ان کے لئے رہبر تھے کس طرح پر خدا کی راہ مین لوگون سے ڈر سکتے تھے +

اس فقرہ یعنی تخشی الناس کے اصلی معنے سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ زید اور زینب کے نکاح اور طلاق کے متعلق تمام واقعات پر غور سے نظر کیجاوے۔ سب سے پہلی آیت جس سے یہ ذکر شروع ہوتا ہے سورہ احزاب مین اس طرح پر آئی ہے وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللہ و رسولہ امرا ان یکون لھم الخیرة من امرھم ومن یعص اللہ و رسولہ فقد ضل ضلالا مبینا ۔ ترجمہ۔ اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو نہین چاہئے کہ جب اللہ اور اسکا رسول ایک امر کا فیصلہ کر دین تو پھر ان کو اس امر (کے کرنے یا نہ کرنے) مین اختیار رہے۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کریگا وہ سخت گمراہی مین پڑ گیا۔ اس آیت کے شان نزول مین علامہ سیوطی لباب النقول فی شان النزول مین کہتے ہین کہ طبرانی نے سند صحیح سے قتادہ سے یہ روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جحش کے نکاح کے لئے درخواست کی اور آپ کا ارادہ زید کے ساتھ اسکا نکاح کرنیکا تھا۔ زینب نے سمجھا کہ آپ کا منشاء اپنے واسطے ہی لیکن جب اس کو پتہ لگا کہ آپ کا ارادہ زید کے ساتھ اسکا نکاح کرنیکا ہے تو اس نے انکار کیا پس آنحضرت پر یہ وحی نازل ہوئی وما کان

المومن الآیہ پس وہ راضی ہوگئی اور آنحضرت کا حکم مان لیا۔ پھر اسی کتاب مین علامہ موصوف لکھتے ہین کہ ابن جریر نے عکرمہ کے طریق سے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جحش کی زید بن حارثہ کے ساتھ شادی کے لئے درخواست کی۔ زینب نے اس سے کنارہ کیا اور کہا کہ مین اس سے اچھی ہون از روئے حسب کے۔ تب خدا تعالےٰ کیطرف سے وحی نازل ہوئی وما کان لمومن الآیہ اور ابن جریر نے عوفی کے طریق سے ابن عباس سے اسی طرح پر روایت کی ہے +

ان متفق روایات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے زینب کے زید کے ساتھ نکاح کے لئے درخواست کی تھی مگر زینب اور اس کا بھائی اگرچہ اس بات کے لئے تو بخوشی تیار تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوجاوے مگر زید سے نکاح کیلئے انہون نے انکار کردیا اسوجہ پر کہ زید ایک غلام آزاد شدہ تھا حالانکہ زینب قریش کے شریف خاندان کی ایک معزز عورت تھی لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خود اس سے نکاح کرنا پسند نہ کرتے تھے اور یہی چاہتے تھے کہ وہ زید پر ہی راضی ہوجاوین۔ جب زینب اور اس کے بھائی کی طرف سے انکار پر اصرار رہا تو خدائے تعالےٰ نے ان کو اس معاملہ مین متنبہ کیا اور تمام مومن مردون اور مومن عورتون کیلئے ایک عام حکم کے ذریعہ ان کو مطلع فرمایا کہ جب خدا اور اسکا رسول ایک معاملہ مین فیصلہ کرچکے ہین تو پھر کسی مومن مرد یا مومن عورت کے یہ لایق نہین کہ وہ انکار کرے اور یہ بھی بتادیا کہ اگر وہ خدا اور اس کے رسول کے حکم سے انکار کرین گے تو سخت گمراہی مین پڑین گے۔ اس آیت کے آنے پر زینب اور اس کا بھائی راضی ہوگئے اور خدا تعالےٰ کے حکم کو خوشی سے قبول کیا۔ اور زید کا زینب کے ساتھ نکاح ہوگیا +

یہانتک تو اس نکاح کا قصہ ہے۔ اور ناظرین اسے پڑھکر خود دیکھ لین گے کہ جو الزام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کیطرف منسوب کیا جاتا ہے وہ کس قدر جھوٹا ہے۔ اب یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ زینب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت قریبیون مین سے تھی۔ زینب کی مان امیمہ عبد المطلب کی بیٹی تھی (دیکھو اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد پنجم صفحہ ۴۶۳) اس قدر قریب کی تو رشتہ داری تھی مگر ساتھ ہی یہ بات بھی تھی کہ زینب ان لوگون مین سے تھی جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ابتدا ہی مین ایمان لے آئے تھے اور وہ مہاجرہ بھی تھی ان تمام باتون سے

معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زینب کو بڑی اچھی طرح سے جانتے تھے تمام واقعات یعنی آپ کا اور زینب کا رشتہ داری کا اس قدر قریب تعلق اور زینب کا ابتدا مین ہی مسلمان ہو جانا اور پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی مدینہ کو بھاگنا یقینی طور پر ثابت کرتے ہین۔ کہ زینب کوئی اجنبی عورت نہین تھی بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسکو بچپن سے ہی بخوبی جانتے تھے اور بارہا بچپن مین اور جوانی مین اس کو دیکھا ہوا تھا۔ علاوہ ازین اسلام سے پہلے عرب مین پردہ کی رسم نہ تھی۔ اور اسلئے مرد اور عورتین تمدنی زندگی مین باہم ملتے جلتے تھے۔ بلکہ اسلام مین بھی پردہ کا حکم آنحضرت کے زینب سے نکاح کے بعد ہوا ہے اور چونکہ تمام عیسائی مورخین اس بات کو تسلیم کرتے ہین اس لئے اس پر زیادہ بحث کی ضرورت نہین۔ اب ان تمام واقعات پر غور کرو کہ اول تو زینب آنحضرت کی پھوپھی کی لڑکی ہے اور پھر ابتدائی مسلمانون کی چھوٹی سی جماعت مین بھی داخل ہے پھر وہ آنحضرت کے ساتھ ہی مدینہ کو بھاگ کر چلی آتی ہے اور پردہ کا ملک مین کوئی رواج بھی نہین اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زینب سے درخواست کرتے ہین کہ وہ زید کے ساتھ نکاح منظور کرے۔ اور پھر سوچو کہ یہ کسقدر بڑا سیاہ جھوٹ ہے کہ آنحضرت صلعم نے نیم کشادہ دروازہ مین سے اتفاقاً زینب کو دیکھ لیا تھا۔ اور اس کی خوبصورتی کے سبب سے اسپر فریفتہ ہو گئے تھے اس کینہ اور گندے جھوٹ کو پیش کرنے والے خدا کی لعنت کے نیچے ہین۔ ہم تو دیکھتے ہین کہ جب زینب آنحضرت کے ساتھ نکاح کرنا چاہتی ہے تو وہ خود اس کو منظور نہین کرتے اور باوجود اس کے اصرار کے کہ وہ اپنے نکاح مین اسے لے لین آپ زید کے لئے ہی زور دیتے ہین۔ اگر نفسانی خواہش ہی آنحضرت کے اس نکاح کی محرک تھی تو پھر کونسی وجہ تھی جو آپ نے اسوقت اسے منظور نہ کیا جب وہ جوان تھی بات یہ ہے کہ تعصب کا پردہ جو عیسائیون کی آنکھ کے آگے پڑا ہوا ہے وہ انہین واقعات کو اصل صورت مین دیکھنے نہین دیتا +

اب اس بیان سے جسے مسلمان محققین نے سچا اور صحیح بیان تسلیم کیا ہے اور جسے انہون نے قابل اعتبار قرار دیا ہے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہی اس بات پر زور دیا تھا کہ زینب کا زید کے ساتھ نکاح کر دیا جاوے اور خود زینب اور اس کے رشتہ دار اسکے مخالف تھے لیکن اللہ تعالے کیطرف سے جو وحی نازل ہوئی اس مین یہی حکم تھا کہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہے وہی ٹھیک ہے اور زینب اور اس کے رشتہ دارون کو اس معاملہ

مین کوئی اختیار نہین ۔ اس لئے اس نکاح کے متعلق یہ ایک شہرت یافتہ امر ہو گیا تھا کہ یہ نکاح خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہوا ہے ۔ یہ بات بہت قابل توجہ ہے کیونکہ اس کی طرف پھر بھی ہم توجہ دلا ئینگے جب تک وحی نازل نہین ہوئی تب تک زینب زید کے ساتھ نکاح پر راضی نہین ہوئی ۔ اور اس امر سے مسلمان اور غیر مسلمان سب آگاہ تھے ۔ سب جانتے تھے کہ زینب نے انکار کیا تھا مگر آنحضرت کے فیصلہ کے مطابق وحی الہی نے فیصلہ کیا اس لئے ایک ایسے نکاح کے متعلق جو خدا کے حکم سے ہوا تھا لوگ ہر وقت منتظر تھے کہ آیندہ کیا ہوتا ہے ؎

اب ہم نکاح کے بعد کے واقعات پر غور کرتے ہین سب سے پہلے قرآن کریم کے ان الفاظ مین ہمین اس مضمون کیطرف توجہ دلائی گئی ہے واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ امسك علیك زوجك واتق اللہ ۔ اور جب تو کہتا تھا اس شخص کو جسپر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا اور تو نے احسان کیا کہ اپنی بیوی کو طلاق مت دے اور خدا سے ڈر ” اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زید اپنی بیوی کو طلاق دینی چاہتا تھا لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے طلاق سے روکا ۔ اس کے متعلق حاکم انس رض سے روایت کرتا ہے کہ زید بن حارثہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور زینب بنت حجش کی شکایت کی (یعنی اس امر کی کہ وہ اس سے متکبرانہ طریق سے پیش آتی ہے) اسپر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طلاق مت دو اور خدا سے ڈرو ۔ دیکھو لباب النقول فی اسباب النزول ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کے بعد زینب جو نہایت معزز خاندان قریش کی عورت تھی اپنے حسب کی بڑائی کے سبب سے ایسے طریق سے زید سے پیش آتی تھی جو اسکو ناگوار گذرتا تھا ۔ اور آخر اسکو بالکل ناقابل برداشت پاکر زید نے آنحضرت کے پاس شکایت کی اور طلاق دینا چاہا لیکن آنحضرت نے اسے منع کیا اور فرمایا کہ اس سختی کی برداشت کر کے اپنی بیوی کو رکھو اور خدا سے ڈرو ۔ یہ کہنا کہ یہ الفاظ دل سے نہ تھے نہایت کمینہ درجہ کی بے ایمانی ہے خواہ اس کا کہنے والا میور ہو یا مانرو ہو یا یسوع کی انجیل کا کوئی اور حلیم واعظ ۔ اگر آنحضرت کی نسبت یہ کہنا درست ہے تو کیون جائز نہین کہ یسوع کبھی بھیڑ کی صورت مین ایک بھیڑیا بلکہ بھیڑیئے سے بھی بدتر مانا جاوے ۔ وہ وقت کب آئے گا کہ پادری صاحبان بھی ایمانداری سے اعتراض کرنا سیکھین گے ۔ کب ان کو یہ سمجھ آئے گی کہ خدا کے پاک اور معصوم نبیون کو گالیان دینے سے وہ اپنے موہوم خداوند کی کوئی خدمت نہین کر سکتے ۔ اگر

تمام برگزیدون کو گنہگار کہا جائیگا تو اس سے ایک ضعیف انسان ایک عاجز مخلوق جو نو ماہ تک عورت کے پیٹ مین خون حیض سے پرورش پاتا رہا خدا اور خالق ارض وسما نہین بن جائیگا زید آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا ہے اور اپنی بیوی کے متکبرانہ سلوک کی جو شرافت خاندان کے احساس کیوجہ سے تھا آپ کے پاس شکایت کرتا ہے اور طلاق کا ارادہ ظاہر کرتا ہے آنحضرت نہایت سختی سے اسے روکتے ہین مگر یہ سچائی کے دشمن کہتے ہین کہ یہ نعوذ باللہ منافقانہ الفاظ تھے اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہین جانتے تھے کہ زید آپ کے ارادے سے جو اس کی بیوی کے متعلق آپ رکھتے تھے آگاہ ہے اور یہ بھی جانتے تھے کہ وہ آپ کی خاطر طلاق دے رہا ہے تو اس فقرے کے کیا معنے تھے کہ اتق اللہ خدا سے ڈرو۔کس طرح آپ زید کو ان الفاظ مین روک سکتے تھے کہ اے زید خدا سے ڈر اور اپنی بیوی کو طلاق مت دے۔کیا یہ لفظ منافقانہ ہو سکتے ہین۔نہین بلکہ یہ لفظ ہی ایسے ہین کہ دل کے اندر سے نکلے ہوئے ہین۔خدا سے ڈر ایک ایسا فقرہ نہین ہے جو ایک مجرم دل زبان پر لاسکے اور پھر ایسے شخص کے سامنے جسے وہ جانتا ہے کہ اس کے فاسد خیال سے وہ آگاہ ہے کیا انسانی فطرت ایک لمحہ کے لئے بھی اس خیال کی برداشت کر سکتی ہے اور پھر زید جس کو یہ لفظ بولے جاتے ہین کون ہے اور اس کا آنحضرت سے تعلق کیا ہے۔یہ وہ نازک تعلق ہے جو مرید اور مرشد کے درمیان ہوتا ہے۔مرید ایمان رکھتا ہے اور یقیناً جانتا ہے کہ میرا آقا خدا کا بھیجا ہوا ہے تا لوگون کو راستبازی کی طرف بلائے وہ خدا سے ہمکلام ہوتا ہے اور خدا اس سے ہمکلام ہوتا ہے وہ اپنی راستبازی مین ایک کامل انسان ہے اور نیکی کا ایک نمونہ ہے جس کے ہر ایک قول اور فعل کی اسے پیروی کرنی چاہیئے۔اب اس نازک تعلق کو جس کی بنیاد راستبازی اور پاکیزگی پر تھی سامنے رکھو اور ان الفاظ پر غور کرو جو ایسے آقا کے منہ سے اس مرید کے لئے نکل رہے ہین کہ خدا کے سامنے تقویٰ اختیار کرو اور اپنی بیوی کو طلاق مت دو۔کسقدر ظلم اور بے ایمانی ہے کہ کہا جائے کہ یہ الفاظ منافقانہ اور ظاہر داری کے رنگ مین تھے اور دلی منشاء یہ نہ تھا کیا منافقانہ الفاظ ایسا ہی اثر کیا کرتے ہین۔جیسا کہ آنحضرت کے الفاظ نے صحابہ کے دل پر اثر کیا.........:

.....جنہون نے ان الفاظ کو سنکر اپنا سب کچھ اسی کی راہ مین کھو دیا اگر آپ کے الفاظ دل سے نہ تھے تو انہون نے دلون پر کیون اثر کیا۔کیا یہ سچ نہین کہ دل پر وہی اثر کرتا ہے جو دل سے ہی نکلے +

پھر ہم اصل مضمون کیطرف توجہ کرتے ہین۔ جب زید نے خانگی مشکلات کیوجہ سے زینب کو طلاق دینے کا ارادہ کیا تو آنحضرت نے اسے بہت ناپسند کیا اور اس کو اس فعل سے روکا۔ آپنے کیون روکا اسکے کئی وجوہات تھے اول تو زینب کا آپ کے ساتھ نہایت ہی قریب کا تعلق تھا اور زید سے بھی آپکو بڑی محبت تھی اور آپ پسند نہین کرتے تھے کہ دو شخص جن سے آپ کو اسقدر تعلق اور محبت تھی ان مین ناچاقی ہو۔ علاوہ برین خود ہی آنحضرت اس شادی کے محرک ہوئے تھے اور زینب کے منشاء کے خلاف آپنے اسپر زور دیا تھا حالانکہ زینب کے دوسرے رشتہ دار بھی اسے پسند نہ کرتے تھے اس لیے ضرور تھا کہ زینب کے وارث بھی قومی اور رسمی خیال کے لحاظ سے اس طلاق سے ناخوش ہون اور یہ بات بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دل کو مضطرب کرنیکا باعث ہوسکتی تھی اگر نکاح کے وقت وہ لوگ تھوڑے بھی ناخوش تھے تو اب طلاق سے ان کو بہت ہی رنج کا اندیشہ تھا لیکن سب سے بڑی بات یہ تھی کہ زینب کا نکاح حکم الہی کے مطابق ہوا تھا اب آنحضرت کو یہ فکر تھا کہ جاہل اور سطحی خیال کے لوگ اپنے نزدیک اسے بھی ایک اعتراض سمجھ لین گے کہ ایک نکاح جو وحی الہی کے حکم کے نیچے ہوا تھا اتنی جلدی اس کا نتیجہ ایسی ناچاقی اور طلاق ثابت ہوا۔ آپ یہ بھی سوچتے تھے کہ مخالف منکر جو ہر وقت اسلام پر اعتراض کرنے کے لئے حیلے سوچتے رہتے تھے انہین بھی طلاق پر زبان درازی اور طنز کا موقعہ ملیگا اور وہ لوگون کو سچائی کے قبول کرنے سے روکین گے یہی وجہ تھی کہ آپنے زید کو طلاق سے روکا۔ تاکہ مخالفون کو زبان درازی اور طنز کا موقعہ نہ ملے چنانچہ اس کے بعد جو الفاظ قرآن کریم مین استعمال ہوئے ہین وہ آنحضرت کے دل کی اس مضطربانہ حالت کو ظاہر کرتے ہین "وتخفی فی نفسک ما الله مبدیه وتخشی الناس والله احق ان تخشه" اور تو اپنے دل مین چھپاتا تھا۔ اس بات کو جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تو لوگون سے ڈرتا تھا اور اللہ زیادہ حقدار ہے کہ اس سے ڈرے" ان الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس موقعہ پر آنحضرت کے دل کی کیا حالت تھی۔ آپ نہین چاہتے تھے کہ طلاق ہوکر اس ناچاقی کا افشا ہو اور معاندین اسلام کو زبان درازی کا موقعہ ملے۔ آپ یہ بھی جانتے تھے کہ اس قسم کی نکتہ چینیان ناواقفون کی ٹھوکر کا باعث ہوجاتی ہین اس لئے آپ کی دلی خواہش یہی تھی کہ زید طلاق نہ دے اور اس جھگڑے پر پردہ پڑ جائے یہی وہ بات تھی جسکو آنحضرت چھپانا چاہتے تھے مگر اللہ تعالے کا منشا یہ نہ تھا کیونکہ جیسے آگے چلکر اسی آیت کے اخیر پر بیان کیا گیا ہے اس نکاح اور طلاق مین خدائے تعالے ایک خاص منشاء الہی کو پورا کرنا چاہتا تھا جیسا کہ فرمایا دکان امر

اللہِ مَفعُولًا ۔ آنحضرت اسی بات سے ڈرتے تھے کہ ایسا نہو کہ یہ نکتہ چینیاں کفار کیطرف سے سچائی کے قبول کرنیمین لوگون کے لئے روک ہو جاوین - وہ لوگون سے ڈرتے تھے مگر انہین کے فائدے کیلئے کہ ایسا نہو یہ لوگ ہلاکت مین پڑجاوین - آنحضرت کو یہ غم جو لوگون کے لئے تھا کہ وہ راہ ہدایت پر کیون نہین آتے اس کا اظہار قرآن شریف مین دوسرے موقعہ پر اس طرح پر کیا گیا ہی لعلك باخع نفسك الا یکونوا مؤمنین ایک موٹی سمجھ کا آدمی تو یہ خیال کریگا کہ اس جگہ آنحضرت کو سرزنش کی گئی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اس جگہ خدائے تعالے آنحضرت کی تعریف کرتا ہے اس غمگساری اور ہمدردی کیلئے جو آپ کو لوگون کے ساتھ تھی اسی طرح ان الفاظ تخشی الناس مین لوگون کی بہتری کے غم کیطرف اشارہ ہے - آنحضرت کے دل کی ایسی حالت کو دیکھکر اللہ تعالے فرماتا ہے کہ ان لوگون سے ڈرنا نہین چاہئے - کیونکہ اس طلاق کے ذریعے اللہ تعالے اپنا ایک خاص منشاء پورا کرنا چاہتا ہے اور اسی کی مصلحت نے یہ تقاضا کیا ہے کہ اسی طرح پر یہ نکاح اور پھر طلاق ہو - پس جب اسکا ارادہ اور مصلحت یہی چاہتی ہین تو پھر اور کسی سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے - اللہ ہی حقدار ہے کہ ہر وقت اسی سے ڈرنا چاہئے گویا ان الفاظ مین یہ بتایا گیا ہے کہ تم اس بات سے مت ڈرو کہ ایسی طلاق سے کوئی مضرت پیدا ہوگی اور اس لئے جس طرح حکم الہی ہے اسی طرح ہونے دینا چاہئے +

اس وقت تک آنحضرت کا زینب سے نکاح کرنیکا کوئی ارادہ نہ تھا کیونکہ ابھی ایک دو سال پیشتر ہی وہ انکار کر چکے تھے - جب زینب نے یہ خواہش ظاہر کی تھی - بالآخر زید نے طلاق دیدی اور آنحضرت نے بھی حکم الہی کے مطابق اسے روکنا چھوڑ دیا اور طلاق کے بعد عدت بھی گزر گئی جیسا الفاظ فَلَمَّا قضی زید منها وطراً کا منشا ہے - اسکے بعد یعنی طلاق اور عدت کے گزر جانیکے بعد حکم الہی آتا ہے کہ آنحضرت خود زینب سے نکاح کرلین - چنانچہ الفاظ منقولہ بالا کے بعد خدا تعالے فرماتا ہے زوجنکها یعنی ہم نے اسے یعنی زینب کو تیری بیوی بنا دیا - یہان یہ نہین فرمایا کہ تو نے زینب کے نکاح کی خواہش ظاہر کی یا نکاح کرلیا تو ہم نے تجھے اجازت دیدی بلکہ یہ فرمایا کہ خود ہم نے ہی تیرا نکاح اس کے ساتھ کردیا - یعنی ہمارے حکم سے تو نے نکاح کیا - اور جب تک ہمنے حکم نہین دیا نکاح نہین کیا - کیا ان الفاظ سے یہ صاف نتیجہ نہین نکلتا - کہ آنحضرت نے حکم الہی کے بغیر ارادہ نکاح کا نہین کیا - اور یہ حکم اسوقت نازل ہوا جب طلاق کے بعد عدت بھی گزر چکی تھی - اگر یہ نکاح آنحضرت کی خواہش سے ہوتا تو قرآن شریف کو چاہیئے تھا کہ اسی طرح پر اسکو بیان کرتا - لیکن قرآن شریف ہمین یہی بتاتا ہے

کہ آنحضرت کی خواہش نہ تھی بلکہ خدا کا حکم تھا +

اب اس جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیون خدا تعالے نے پہلے ہی موقعہ پر آنحضرت کو حکم نہین دیا کہ آپ ہی زینب سے نکاح کرلین بلکہ اس وقت تو زید کے نکاح کا حکم دیا اور اب جب ناچاقی کے بعد طلاق ہوگئی تو پھر آنحضرت کو حکم دیا کہ اب تم زینب سے نکاح کرو - خدا تعالے جو عالم الغیب ہے وہ خوب جانتا ہوگا کہ زید اور زینب کا نکاح بالآخر فسخ ہونیوالا ہے پھر پہلے اس نے کیون یہ حکم دیا کہ زینب کا نکاح زید کے ساتھ ہی ہو - اس کا جواب خود قرآن شریف نے دیا ہے اور جہان آنحضرت کو حکم ہوا ہے کہ تم زینب سے نکاح کرو وہان ہی اس سوال کا جواب اس طرح پر دیا گیا ہے لکیلا یکون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیاءھم اذا قضوا منھن وطرا و کان امر اللہ مفعولا "(ہم نے اس واسطے تیرا نکاح زینب سے کیا ہے) کہ مسلمانون کے لئے اپنے لے پالکون کی مطلقہ بیویون سے نکاح کرلینا گناہ نہ رہے اور یہ خدا کا حکم تھا جو اسی طرح پر پورا ہونا تھا" یہان نہایت صاف الفاظ مین اس حکم کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ کیون ہم نے بعد طلاق کے رسول کو حکم دیا کہ زینب سے نکاح کرو - ان الفاظ کے معنون مین کسی قسم کے شک و شبہ کی بھی گنجایش نہین اگر یہ نکاح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اپنی خواہش کا نتیجہ مانا جاوے تو یہ وجہ نکاح کی جو قرآن شریف نے خود بیان فرمائی ہے بےمعنی ہوئی جاتی ہے - اب اس جگہ دو سوال ہین جن کا حل کرنا ضروری ہے - اول یہ کہ آیا تبنیت کی رسم فی الواقع مضر رسم ہے یا نہین اور آیا یہ ضرورت تھی کہ اس بُری رسم کو دور کرنے کیلئے آنحضرت خود ایک نمونہ بنین اس جگہ ہم نہایت اختصار کے ساتھ ان سوالون کے جواب دینگے - اول تبنیت کی رسم کو لو - اسکے مضر ہونے مین کسی کو شک نہین ہوسکتا صرف کہدینے سے ایک انسان دوسرے کا باپ یا بیٹا نہین ہوسکتا علاوہ برین اس کی بنیاد جھوٹ پر ہے اور جو شخص جھوٹ بولتا ہے وہ راستبازی سے دور رہتا ہے - اس رسم کے بدنتایج ہندو مذہب مین سب سے بڑھکر ظاہر ہوتے ہین اور اسی بدرسم کی وجہ سے آخر نیوگ جیسا ناپاک اصول اس مذہب کے پیروون کو ماننا پڑا ہے - اور اس طرح بےغیرتی سے ایک عورت خاوند کی موجودگی مین اجنبیون کے پاس صرف اولاد لینے کے لئے بھیجی جاتی ہے اس قسم کے ناپاک اصولون کی دنیا سے بیخ کنی کرنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا بڑا مقصد تھا - اور اسلئے ضروری تھا کہ مذہب اسلام اس رسم کو بھی دنیا سے دور کرے

لیکن جن لوگون کو کسی قسم کی اصلاح سے کام پڑا ہے وہ خوب سمجھ سکتے ہین کہ بغیر نمونہ بننے کے رسوم کا دور کرنا ناممکن ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مشن کی کامیابی کا یہی راز ہی کہ آپنے جو کچھ اپنے پیرودن کو کرنیکا حکم دیا پہلے خود اس پر عمل کر دکھایا! اس گہری فراست سے جو اللہ تعالے نے آپکو عطا فرمائی تھی آپ دیکھتے تھے کہ فطرت انسانی ایسی واقع ہوئی ہے کہ جبتک واعظ خود نمونہ بن کر نہ دکھلاوے دوسرے لوگون کو ان نیک کامون کی طاقت نہین ملتی جن کا وعظ ان کو کیا جاتا ہے۔ یسوع نے کیون ناکامیابی کا منہ دیکھا کیونکہ انجیلون کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو تعلیم وہ دیتے تھے وہ ناقابل عمل تھی اور خود بھی ایسر ان کا عمل نہ تھا۔ کیون آج عیسائی قومین شراب خواری سے تباہ ہو رہی ہین؟ کیونکہ یسوع نے خود شراب سے پرہیز نہ کیا! اس جگہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نمونے پر غور کرو کہ آپنے کس طرح شرابخواری کو خود پرہیزگاری کا ایک کامل نمونہ بن کر مسلمانون کے درمیان سے دور کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندگی کے ہر ایک پہلو مین کامل نمونہ تھے اور انہون نے خود راستبازی کے تمام طریقون پر چلکر اپنے پیرودن کو دکھادیا کہ کس طرح انسان ایک کامل انسان بن سکتا ہی بد رسوم کی بیخ کنی بیچے مصلح کا عظیم الشان کام ہوتا ہے۔ پرانی رسوم آہستہ آہستہ عادت مین داخل ہوجاتی ہین کئی ہزار کتابین نصیحت کی ایک انسان سے بھی بد عادات کو نہین چھڑا سکتین چہ جائیکہ دنیا سے انہین نیست و نابود کردین۔ صحابہ کو قرآن شریف مین یہی سکھایا گیا تھا لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کہ تمہارے لئے ہر ایک نیکی کا نمونہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہین اس لئے جو وہ آپ کو کرتے دیکھتے وہی کرتے۔ یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالے نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ تبنیت کی رسم کو دنیا سے دور کرنیکے لئے وہ خود زینب سے نکاح کرین جو عربون کی رسم کے مطابق سخت معیوب امر سمجھا جاتا تھا کیونکہ زید جو زینب کو طلاق دیچکا تھا اس کے ساتھ رسول خدا اس قدر محبت کرتے تھے کہ لوگ اسے آپ کا بیٹا کہنے لگے تھے۔ اس لئے سب سے پہلے آنحضرت ہی کو حکم ہوا کہ زینب کے ساتھ نکاح کرکے اس بد رسم کی جڑ کاٹین۔ اگر آنحضرت کی اپنی خواہش یہ ہوتی کہ زینب کو نکاح مین لادین تو اس سے پہلے کوئی روک ان کے لئے نہ تھی آپ اسے اچھی طرح جانتے اور پہچانتے تھے اور آپ جسوقت چاہتے وہ اور اس کے وارث بخوشی راضی ہوتے کہ آپ اس سے نکاح کر لین۔ چنانچہ جب زید کے لئے آپنے اسے مانگا تو اسوقت بھی زینب اور اس کے وارثان دونون کی منشا یہ تھی کہ آپ خود اس سے نکاح کر لین لیکن آپنے پسند نہین کیا اور اس وقت زید کے ساتھ ہی زینب کا نکاح کرایا۔ اس مین مصلحت الٰہی یہی تھی کہ زید کے طلاق دیدینے کے بعد آپ اس سے

شادی کرین تا اسلام سے یہ رسم اٹھ جاوے کہ صرف کہدینے سے کوئی شخص حقیقی بیٹا بن سکتا ہے سو پہلی دفعہ خدا تعالے نے یہی چاہا کہ زینب کا نکاح زید کے ساتھ ہو اور پھر حالانکہ آنحضرت بظاہر طلاق کو پسند نہ کرتے تھے لیکن خدا کے حکم کے مطابق طلاق ہی ہوئی اور آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح سے منشاء الٰہی پورا ہوا۔ اس امر الٰہی کے پورا ہونے کی طرف ان الفاظ مین اشارہ ہے جیسا کہ فرمایا:- کان امر الله مفعولا اور پھر فرمایا وکان امر الله قدرا مقدورا یعنی امر الٰہی ہو کر ہی رہنا تھا اور اس امر الٰہی کا ہونا پہلے سے ہی مقدر ہو چکا تھا۔ تمام اعتراض زید اور زینب کے نکاح پر اور پھر طلاق پر اور اس کے آنحضرت کے ساتھ نکاح پر خدا تعالے کے ان الفاظ سے دور ہو جاتے ہین کہ یہ ایک امر الٰہی تھا جو ہو کر ہی رہنا تھا کیونکہ پہلے سے مقدر ہو چکا تھا اور منشاء الٰہی اس مین یہ تھا جیسا کہ خود اللہ تعالے نے بیان فرمادیا ہے کہ اسلام سے تبنیت کی رسم اٹھا دیجاوے +

آیت مذکورہ بالا سے مابعد کی آیت اور بھی وضاحت کے ساتھ اس امر کو بیان کرتی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا زینب کے ساتھ نکاح کرنا حکم الٰہی ہی کی تعمیل مین ہوا تھا اور اپنی کسی خواہش کے پورا کرنے کے لئے نہین تھا۔ ماکان علی النبی من حرج فیما فرض الله له ترجمہ "نبی پر اس کام کے کرنے مین کوئی گناہ نہین جو اللہ تعالے اسکے لئے فرض کردے"۔ پادری مانرو کو اپنے اعتراض پر شرم کرنی چاہئے قرآن شریف تو صاف صاف کہتا ہے کہ آنحضرت کو خدا نے حکم دیا کہ نکاح کرلین۔ اس لئے آپ پر کوئی حرج نہین۔ کیا سچ یہ ہے کہ آنحضرت کو کسی گناہ کیلئے سرزنش کی گئی ہے یا یہ کہ آپ کو ہر ایک الزام اور گناہ سے جو آپ کے ناعاقبت اندیش دشمن آپ پر لگاوین بری اور پاک اور معصوم ٹھہرایا گیا ہے۔ یہ الفاظ کہ خدا نے پیغمبر کے لئے اس بات کو فرض کر دیا تھا کہ وہ زینب سے نکاح کرین اس بات کی نفی کرتے ہین کہ آپکا اپنا بھی کوئی ارادہ یا خواہش اس امر کا تھا۔ علاوہ ازین یہان سے صاف ثبوت ملتا ہے کہ آنحضرت کیطرف اس معاملے مین کوئی گناہ منسوب نہین کیا جا سکتا حالانکہ پادری مانرو بڑی جرات کے ساتھ یہ دعوے کرتا ہے کہ نبی علیہ السلام اس معاملہ مین گنہگار تھے اگر پادری صاحب یہ کہین کہ رسول کریم علیہ السلام لوگون مین ڈرنے سے گنہگار ہوئے تو اس کی بھی صاف نفی اسی آیت مین موجود ہے جہان فرمایا ہے الذین یبلغون رسلت الله ویخشونه ولا یخشون احدا الا الله یعنی جو لوگ خدا کے پیغام پہنچاتے ہین اور اسی سے ڈرتے ہین اور سوائے خدا کے اور کسی سے نہین ڈرتے"۔ یہ لفظ عام ہین یعنی کسی معاملہ مین بھی انبیاء سوائے خدا کے کسی سے نہین ڈرتے۔ یہ خیال کر لینا کہ اس سے مراد صرف یہ ہے کہ وہ تبلیغ پیغام

الہی مین کسی سے نہین ڈرتے اور باقی امور مین ڈر جاتے ہین محض بیوقوفی ہے علاوہ ازین جو الفاظ ویخشونہ دونون فقرات کے درمیان آئے ہین ان سے بھی یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ خشیت کا ذکر عام ہے۔ اور صرف تبلیغ پیغام تک محدود نہین ورنہ یہ الفاظ درمیان مین نہ آتے۔ اصل مین ان مین سے ہر ایک جملہ الذین خلوا من قبل کا بیان ہے کیونکہ پہلی آیت مین یہ نہین بتایا گیا کہ الذین خلوا من قبل سے کیا مراد ہے سو اس جگہ اس امر کو کھولکر بیان کیا گیا ہے کہ وہ وہ لوگ ہین جو پیغام الہی مخلوق تک پہنچاتے ہین اور خدا سے ڈرتے ہین اور خدا کے سوا کسی چیز سے نہین ڈرتے + ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کافی ہے یہ ایک مشہور ضرب المثل ہے اور شاید پادری مانرو صاحب کو بحیثیت ایک پادری کے اپنی شہرت قائم رکھنے کے لئے ایسے ایسے بے بنیاد حیلے سوچنے پڑین جیسے مثلاً یہ کہ اس مین صرف انبیاء سابق کا ذکر ہے اور آنحضرت صلعم ویسے ہی اس مین شامل ہین جیسے کہ دوسرے نبی۔ بلکہ اگر آنحضرت کا ذکر بالخصوصیت اس مین مقصود نہ ہو تو ایسا بیان کرنے سے کیا فایدہ ہو سکتا ہے کہ انبیائے سابق یون کیا کرتے تھے اصل مقصود کتاب اللہ کا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کو ہی بیان کرنا ہے۔ علاوہ ازین بہت ساری آیات اس مضمون کی ہین جن کو خود پادری صاحب کئی دفعہ ذکر کر چکے ہین کہ آنحضرت دوسرے انبیاء کی طرح نبی ہین پادری مانرو کو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اس کے نزدیک تو انبیائے سابق بھی معصوم نہین ہین پھر کیا وجہ ہے کہ وہ اس تعریف مین دوسرے انبیاء کو تو داخل سمجھے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مین داخل نہ سمجھے۔ پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ حضرت موسےٰ کے ڈرنے کا تو خود قرآن شریف مین ذکر ہے اور حضرت موسے الذین خلوا من قبل مین داخل ہین پس اگر حضرت موسے اس تعریف مین داخل ہین تو آنحضرت کیون نہین +

ہم یہ بھی بیان کر چکے ہین کہ جہان کہین کسی نبی کے سوائے خدا سے ڈرنیکا ذکر ہے اس جگہ یہ مراد نہین کہ وہ اس دوسری چیز سے اسی طرح ڈرا جیسے انسان کو خدا سے ڈرنا چاہئے یا یہ کہ وہ اسوقت خدا سے نہین ڈرتا تھا۔ ہم یہ بھی بیان کر چکے ہین کہ قرآن شریف نے کہین اس طرح ڈرنیکو گناہ نہین کہا ہے اور اگر کہا ہے تو پادری مانرو کا فرض ہے کہ وہ آیت پیش کرے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ ڈرنا اقتضائے بشریت اور انسانی کمزوری کا خاصہ ہے چونکہ نبی مین بھی بشریت ہوتی ہے اس لئے اسکا بمقتضائے بشریت ڈرنا گناہ نہین اور نہ ہی قابل اعتراض ہے۔ ہان انبیاء کے ساتھ یہ سنت اللہ ہے کہ جب کبھی بمقتضائے بشریت وہ ڈرین تو حفاظت الہی معاً ان کے شامل حال ہو جاتی ہے اور انسانی

* اس مین شامل نہین مین - مگر یاد رکھنا چاہئے کہ بحیثیت نبی ہونیکے آنحضرت

کمزوری کو دبا دیتی ہے۔ جو لفظ اس آیت مین بولے گئے ہین وتخشی الناس واللہ احق ان تخشٰہ
ان سے بھی یہی قانون الٰہی معلوم ہوتا ہے یہ الفاظ آنحضرت کے دل کی کیفیت سے آگاہ کرتے ہین اس مین شک
نہین کہ وحی الٰہی دل کے اندر سے پیدا نہین ہوتی لیکن یہ انعام الٰہی دل کی حالت کے بموجب عطا ہوتا ہے اور جس دل پر
وارد ہو اس کی حالت کا نقشہ دکھاتا ہے۔ آنحضرت کے دل کی پہلی حالت بمقتضائے بشریت یہ ہے کہ آپکے
دل مین ایک لحہ سے بھی کم کیلئے لوگون کے ڈر کا خیال آیا جن معنون مین اس ڈر کو چاہین لین لیکن اس
خیال نے آپکے دل مین جگہ نہین پکڑی اور نہ اس کا کچھ اثر آپکے دل پر ہوا بلکہ معًا دوسری حالت دل کی یہہ
ہوگئی کہ واللہ احق ان تخشٰہ کہ اللہ ہی سے ڈرنا چاہئے اور حقیقی ڈر اللہ ہی کا ڈر ہے نہ کہ غیر اللہ کا۔ یہ سچ
نہین کہ پہلے خیال کا بھی آپکے دل پر کوئی اثر ہوا تھا کیونکہ پیشتر اس کے کہ وہ دل مین جگہ لے دوسری حالت
بدل گئی اور وہی آپکے دل کی مستقل حالت ہے جسپر آپ قائم رہے۔ ایک خیال بمقتضائے بشریت تھا لیکن
دوسرا خیال جو صحیح اور سچا تھا اور منصب رسالت کے لازم حال پڑا ہوا تھا وہ معًا اس پہلے خیال کو دل سے
دور کرتا اور انسانی کمزوری کو دبا دیتا ہے کیونکہ یہ دوسرا خیال حفاظت الٰہی کا لازمی نتیجہ ہے۔ جو کسی
انسانی کمزوری کو نبی کے دل پر غالب نہین ہونے دیتی۔ انبیاء مین بشریت کا حصہ بھی موجود ہوتا ہے اور اسلئے
بلحاظ بشریت کے اگر کوئی خیال ان کے دل مین آئے تو خدا کا فضل اور حفاظت معًا اسکو دبا دیتے ہین۔ ہمارا
یہ اعتقاد نہین کہ انبیاء مین بشریت نہین ہوتی البتہ یہ اعتقاد ہم رکھتے ہین اور سچا مذہب یہی ہے کہ بشریت کی
کوئی کمزوری انبیاء پر غالب نہین ہوتی بلکہ ہر وقت خدا کی حفاظت اور مدد اس طرح پر ان کے ساتھ لگی
رہتی ہے۔ جو بشریت کی کمزوریون کو دبائے رکھتی ہے۔ چنانچہ وتخشی الناس کے ساتھ ہی اللہ تعالے کا یہ ذکر کر دینا
کہ واللہ احق ان تخشٰہ یہی بتاتا ہے کہ آنحضرت کے دل کی اصلی حالت جسپر آپ قائم تھے واللہ احق
ان تخشٰہ کی مصداق ہے ایسا ہی جہان حضرت موسے کا ڈرنا بیان کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے
فاوجس فی نفسہ خیفۃ موسے یہ بھی بلحاظ تقاضائے بشریت ہے مگر حضرت موسے اسپر قائم نہین
رہے اور نہ اس کا کوئی اثر ان کے دل پر ہوا بلکہ ساتھ ہی منصب رسالت کے لحاظ سے جو ان کے دل کی حالت
ہونی چاہیئے وہ بیان کر دی گئی ہے اور وہ یہ ہے قلنا لا تخف انک انت الاعلٰی یعنی اپنے مظفر و منصور ہونیکا
احساس۔ اور یہی ان کے دل کی اصلی حالت ہے جسپر وہ ہمیشہ قائم ہین بشری کمزوری دل پر تسلط نہین کر سکتی
بلکہ اسکے آتے ہی معًا حفاظت الٰہی شامل حال ہو کر کمزوری کو دبا دیتی ہے اور خوف وغیرہ سب کچھ جاتا رہتا ہے
(یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت موسے کو خوف صرف یہ تھا کہ ایسا نہ ہو لوگ ساحرون کے دھوکہ مین آجاین)

اس طرح پر اللہ تعالےٰ کا انبیاء کے ساتھ تعلق ہوتا ہے کہ ہر ایک بشریت کی کمزوری معاً حفاظت الٰہی کے ذریعہ دبا دی جاتی ہے اور اس کا اثر دل پر مستقل طور پر کچھ نہیں ہوتا اور نہ وہ کمزوری ان پر غالب ہی آسکتی ہے ✣

قرآن شریف کی ان آیات سے معلوم ہوگا کہ اس قصہ کے مختلف واقعات بالترتیب قرآن شریف میں بیان کئے گئے ہیں۔ سب سے پہلے وہ وحی ہے جس کے آنے پر زینب زید کے ساتھ نکاح پر راضی ہوئی۔ پھر ایک جھگڑا پیدا ہوتا ہے اور زید آنحضرت کے پاس شکایت لے کر آتا ہے اور طلاق دینے کا ارادہ ظاہر کرتا ہے آنحضرت اسے روکتے ہیں اور آپ کو یہ بھی اندیشہ ہوتا ہے کہ اس ناچاقی کے افشا ہونے سے لوگوں کو ابتلا نہو۔ مگر آخر کار طلاق واقع ہو جاتی ہے اور عدت بھی گذر جاتی ہے اسکے بعد آنحضرت کو حکم ہوتا ہے کہ زینب سے نکاح کریں اور اس کی بڑی غرض یہ بتائی گئی ہے کہ تا تبنیت کی رسم دنیا سے دور ہو جاوے اور مسلمانوں کو اپنے لے پالکوں کی مطلقہ بیویوں سے نکاح کرنے میں مضایقہ نہو۔ پھر یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہی وہ غرض تھی جس کے پورا کرنیکے لئے یہ سارے واقعات خدا تعالےٰ کے منشاء کے مطابق ظہور میں آئے اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بریت کیجاتی ہے تا کہ تندیر شر مخالف ٹھوکر سے بچیں اور صاف لفظوں میں کہا جاتا ہے کہ آنحضرت پر اس معاملے میں کسی قسم کا الزام نہیں لگایا جا سکتا اور وجہ اس کی ساتھ ہی یہ بیان کی جاتی ہے کہ خدا نے حکم دیا تو آپ نے نکاح کیا۔ اور بالآخر یہ بھی بیان کر دیا گیا ہے کہ یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ لوگوں سے ڈرنے میں آنحضرت نے کوئی گناہ کیا کیونکہ خدا کے رسول سوائے خدا کے کسی سے نہیں ڈرتے۔ اور ہم یہ بھی دکھا چکے ہیں کہ یہ آنحضرت کا لوگوں سے ڈرنا محض طلاق کے معاملہ میں تھا چنانچہ بخاری بھی یہی روایت کرتا ہے کہ یہ آیت زید اور زینب کے معاملات کے متعلق ہے یعنی ناچاقی اور طلاق کے متعلق۔ اگر ہم اس ڈر کو ان معنوں میں بھی لیں کہ آنحضرت ڈرتے تھے کہ لوگ کہیں گے اپنے لے پالک کی بیوی سے نکاح کر لیا تو بھی کوئی حرج نہیں اور نہ ان معنوں کے لینے سے ان دلائل میں سے کوئی دلیل کمزور ہوتی ہے جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں لیکن سیاق و سباق آیت انہیں معنوں کو چاہتا ہے جنہیں ہم نے ترجیح دی ہے ✣

جو واقعات اس قصہ کے یہاں بیان کئے گئے ہیں یہی معتبر اور صحیح روایتوں میں ملتے ہیں۔ اور اس لئے انہیں کی صحت پر یقین کیا جا سکتا ہے لیکن چونکہ یہ واقعات پادریوں کے مفید مطلب نہیں ہیں اس لئے وہ مردود قصوں اور روایتوں پر بھروسہ کرتے ہیں اور صحیح اور معتبر روایتوں کیطرف نہیں آتے کہا جاتا ہے کہ جب زینب کا زید سے نکاح ہو گیا تو ایکدن آنحضرت زید کے گھر تشریف لیگئے اسوقت وہ تو گھر میں موجود نہیں تھا لیکن اس کی بیوی موجود تھی اتفاقاً آنحضرت کی نظر اس پر دروازے کے شگاف میں سے

جا پڑی اور یہی باعث نکاح کا ہوگیا کیونکہ جب زید کو معلوم ہوا کہ یہ واقع ہوا ہے تو اس نے خود آنحضرت کیخاطر اپنی بیوی کو طلاق دیدی تا آپ اس سے شادی کرلیوین چنانچہ ایسا ہی ہوا صرف یہی نہین کہ قرآن شریف اس جھوٹے قصہ کی تائید نہین کرتا بلکہ صاف لفظون مین اس کی تردید کرتا ہے۔ اگر اس قصے کو سچا مانا جاوے تو اس سے قرآن شریف کی تکذیب لازم آتی ہے کیونکہ اس کے روسے تو آنحضرت اس معاملہ مین قابل الزام ٹھہرتے ہین حالانکہ قرآن شریف کہتا ہے کہ اس معاملہ مین آپ کسی طرح سے قابل الزام نہین۔ دوسرے اس قصہ کے روسے آنحضرت کا نکاح زینب کے ساتھ ان کی اپنی خواہش کا نتیجہ ہوگا۔ حالانکہ قرآن شریف کہتا ہے کہ خدا نے آپ پر یہ فرض کردیا تھا اور اس لئے نکاح صرف خدا کے حکم سے ہی ہوا نہ کہ اور کسی طرح۔ اور نیز اس کو امر الٰہی بیان کیا گیا ہے۔ تیسرے اس قصہ کا مطلب یہ ہے۔ کہ آنحضرت زینب سے نکاح چاہتے تھے لیکن قرآن شریف کہتا ہے کہ آپنے زید کو طلاق دینے سے روکا۔ اگر آپ کو نکاح کی کچھ بھی خواہش ہوتی تو آپ زید کو طلاق دینے سے کیون روکتے بلکہ خوش ہوتے۔ یہ کہنا کہ ممانعت کے لفظ اوپرے دل سے تھے اول کہنے والیکے اپنے دل کی حالت کو ظاہر کرتا ہے کہ کیسا سیاہ اور گندہ دل ہے اور دوسرے بہرحال منع تو کیا خواہ اوپرے دل سے ہی کیا۔ لیکن اگر نکاح کی خواہش ہوتی تو منع کرتے کیون۔ علاوہ ازین اس قسم کی نصیحت کہ خدا سے ڈرو اور راستبازی اختیار کرو نیچے دل کی نصیحت ہوسکتی ہے جھوٹے کے مناسب حال یہ الفاظ ہی نہین۔ چہارم قصہ کی غرض یہ ہے کہ زینب کے ساتھ نکاح کرنے مین آنحضرت کا صرف اپنی خواہشات کو پورا کرنیکا مقصد تھا۔ حالانکہ قرآن شریف کہتا ہے کہ اس نکاح سے خالص یہی غرض تھی کہ تبنیت کی رسم کو دور کیا جاوے۔ پنجم جن الفاظ مین زید کو بیان کیا گیا ہے وہ بھی اس قصے کو جھوٹا ٹھہراتے ہین بجائے اس طرح کہنے کے کہ جسوقت تو زید کو کہتا تھا قرآن شریف فرماتا ہے وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْہِ جب تو کہتا تھا اس شخص کو جسپر خدا نے احسان کیا اور جسپر تو نے احسان کیا۔ اس مین دو باتین زید کے متعلق بیان کیگئی ہین اول یہ کہ وہ ان لوگون مین سے ہے جن پر اللہ نے انعام کیا اس لئے وہ انعمت علیہم مین شامل ہوا اور یہی وہ مرتبہ ہے جسکے لئے تمام مسلمان خواہش رکھتے ہین۔ اب اگر یہ مانا جائے کہ زید نے یہ جانکر زینب کو طلاق دی تھی کہ رسول خدا اس سے نکاح کی خواہش رکھتے ہین اور ان تمام واقعات کو سچا مانا جائے جو میور صاحب نے اپنی کتاب مین لکھے ہین تو زید انعمت علیہم مین سے نہین ہوسکتا بلکہ اس صورت مین یہ واقع اس کی بڑی بیغیرتی اور گمراہی کا ثبوت ہوگا کہ ایسے شخص کے پیچھے وہ چلتا تھا جو اپنی نفسانی

خواہشون کے پورا کرنے مین دن رات لگا رہتا تھا۔ پس زید کو ان لوگون مین داخل کر کے جسکو قرآن شریف نے منعم علیہ مانا ہے خدا کے کلام نے اس جھوٹے قصہ کی تردید کر دی ہے۔ پھر زید کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ خود رسول خدا کے بھی اسپر بہت احسان ہین لیکن اگر ایسا امر آنحضرت کیطرف سے ظہور مین آیا ہوتا تو آپ کے یہ سارے احسان اور انعام باطل اور کالعدم ہو جاتے اور قابل ذکر نہ ہوتے چہ جائیکہ خصوصیت سے ان کا ذکر کیا جاتا۔ پس جب قرآن شریف کا لفظ لفظ اس قصے کی تردید کرتا ہے تو اس کو صحیح ماننے کیلئے ہمارے پاس کوئی وجہ نہین ہے کیونکہ ہر ایک روایت جو قرآن شریف کے مخالف ہو وہ رد کرنی چاہیئے ٭

جب یہ معلوم ہو گیا کہ قرآن شریف اس قصے کی تردید کرتا ہے تو اب ہم یہ دیکھین گے کہ آیا واقعات اسکو کیسا ٹھہراتے ہین سب سے پہلے یہ مسلم ہے کہ زینب آنحضرت کی حقیقی پھوپھی کی بیٹی تھی اور اس لئے آنحضرت اس کو بچپن ہی سے جانتے تھے۔ دوسرے وہ ابتدا مین ہی اسلام لے آئی تھی اور یہ ممکن ہی نہ تھا کہ آنحضرت نے اسے دیکھا نہ ہو۔ تیسرے وہ مہاجرہ بھی تھی۔ چوتھے اسلام سے پہلے عرب مین پردہ کی رسم نہ تھی اور عورتین اور مرد باہم ملتے جلتے تھے اور اسلام مین بھی پردہ کا حکم اسوقت آیا جب زینب کا نکاح آنحضرت سے ہو چکا تھا۔ یہ کسقدر جھوٹ ہے کہ اتفاقاً آنحضرت کی نظر زینب پر جا پڑی۔ زینب ہمیشہ آنحضرت کے سامنے رہی بلکہ آپ کے سامنے جوان ہوئی بیاہی گئی اور پھر خود آپنے اسکا نکاح زید سے کرایا اور خود اسکے ساتھ نکاح کرنا منظور نہ کیا۔ کیا یہ سچ نہین کہ آنحضرت کے ساتھ نکاح کیوقت اس کی عمر پینتیس ۳۵ سال کی تھی اور یہ عمر گرم ملکون مین عورتون کیلئے بڑھاپے کی عمر سمجھی جاتی ہے۔ پھر ایک اور امر قابل غور ہے اگر کوئی اس قسم کا واقعہ ہوا ہوتا جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے تو ضرور تھا کہ آپکے پیرودن کے دلین سخت شبہات پیدا ہوتے۔ اگر آپ ایک ایسے قابل نفرت فعل کے مرتکب ہوتے تو آپ کا سلسلہ ایک لمحہ مین درہم برہم ہو جاتا۔ زید سب سے پہلے آپ کی صداقت کا منکر ہوتا کیونکہ اسکو ان تمام واقعات سے خبر تھی اور اسکی شہرت معاً پھیل جاتی ایسی واقعہ پر ایک آدمی بھی آپکے ساتھ نہ رہ سکتا کیونکہ یہ فعل بظاہر صورت ایسا قبیح ہے کہ مرشد اور مرید کا نازک تعلق اس سے ایک دم مین ٹوٹ جاتا ہے آپ کے پیرودن کا تعلق آپکے ساتھ صرف راستبازی اور نیکی کا تعلق تھا اور آپ کو وہ قابل پیروی نمونہ جانتے تھے کونسی چیز تھی جسکو دیکھکر آپکے صحابہ نے اپنے وطن اور جائدادین چھوڑ دین۔ دکھ اور تکالیف سہے اور جانونکو بیدریغ قربان کر دیا۔ یہ صرف آپ کی کامل راستبازی اور صحابہ کے دلون مین آپکے نقش قدم پر چلنے کی سچی خواہش تھی۔ پھر کس طرح ایک قبیح فعل کو آپکے اندر پاکر آپکے ساتھ رہ سکتے۔ لیکن ہمین صاف شہادت ملتی ہے کہ ایک صحابی کے دلمین

بھی کسی قسم کا شک یا شبہ پیدا نہیں ہوا۔ کیا اس سے قطعی اور یقینی ثبوت نہیں ملتا کہ یہ قصہ جسے میور صاحب پیش کرتے ہیں ایک صریح جھوٹ ہے اور اس کی اصلیت آنحضرت کی زندگی کے واقعات میں کچھ بھی نہیں۔ ان سب امور سے یعنی قرآن شریف اور معتبر احادیث اور واقعات کی شہادت سے اس قصے کا جھوٹا ہونا ثابت ہوتا ہے +

اب یہ دیکھنا باقی ہے کہ خود اس قصے کی سند کیا ہے میور صاحب طبری کا حوالہ دیتے ہیں طبری ایک ایسا مورخ ہے جس نے بغیر تنقید کے روایات کو اپنی کتاب میں داخل کیا ہے صرف ایک محدثین کا فرقہ ہی ایسا ہے جس نے احادیث کا جھوٹ اور سچ پرکھنے میں محنت شاقہ اٹھائی ہے۔ طبری ان لوگوں میں سے نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس نے اپنی تاریخ یا تفسیر میں جھوٹ اور سچ کو الگ کرنے کی کوئی کوشش کی ہے بلکہ ہر ایک روایت کو جو اسے مل گئی بلا تنقید درج کر دیا ہے۔ اس لئے کسی روایت کے معتبر یا غیر معتبر ہونے کو دیکھنے کے لئے ہمیں محدثین کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ طبری نے جو روایت لی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسقدر سادگی سے بلا تحقیق اس نے اس قصہ کو درج کر دیا ہے۔ یہ قصہ دو بار طبری میں مذکور ہے اور روایت لفظی میں دونوں روایتوں میں تھوڑا سا اختلاف ہے راوی دونوں صورتوں میں ایک ہی بیان کئے گئے ہیں۔ طبری محمد بن عمر سے وہ عبداللہ بن عامر اسلمی سے اور وہ محمد بن یحیٰی بن حبان سے اس روایت کا ذکر کرتا ہے۔ طبری جو ایک چوتھی صدی کا مورخ ہے صرف تین راویوں کے ذریعہ ایک روایت کو آنحضرت تک پہنچاتا ہے اور اس کی روایت..... اسی سے مشکوک ہو جاتی ہے۔ اب ہم ہر سہ راویوں کو علیحدہ علیحدہ لیتے ہیں اخیر جس شخص تک روایت پہنچائی جاتی ہے وہ محمد بن یحیٰی بن حبان ہے۔ لیکن چونکہ وہ صحابہ میں سے نہیں اس لئے ایک ایسے قصہ کو جو اس کے سامنے نہیں ہوا صرف اسی کی سند پر کوئی وقعت نہیں دیجا سکتی یہ روایت کسی صحابی تک نہیں پہنچتی اور اس لئے ہم اسے رد کرنے پر مجبور ہیں یہ محمد سنہ ۱۲۱ھ میں فوت ہوا۔ محمد سے عبداللہ بن عامر اسلمی روایت کرتا ہے جو سنہ ۱۵۰ھ میں مرا اور اسکو اسماء الرجال کی کتابوں میں احد من الضعفاء لکھا ہے اسلئے اس کی روایت بھی قابل اعتبار نہیں رہتی۔ علاوہ ازیں انہیں کتابوں میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ محمد بن یحیٰی سے کوئی روایت نہیں کرتا اور نہ ہی محمد بن عمر اس سے کچھ روایت کرتا ہے اس لئے اس کی روایت محمد بن یحیٰی سے اور اس سے محمد بن عمر کی روایت محدثین کے نزدیک بالکل نا قابل اعتبار ہے۔ محمد بن عمر کی نسبت جس سے طبری کو روایت پہونچی ہے ابھی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ اسکا پورا پتہ نہیں دیا گیا۔ علاوہ ازیں یہ روایت طبری نے صرف

ایک ہی ذریعہ سے پہنچائی ہے - حالانکہ محدثین کے نزدیک اعلیٰ درجہ کی صحت روایت کیلئے ضروری ہے کہ وہ مختلف ذریعوں سے مختلف آدمیوں کو پہونچی ہو جس سے جھوٹ یا سازش کا شک جاتا رہے اسلئے ایک ایسی روایت کی بنا پر جو ہر طرح سے جھوٹی ثابت ہوتی ہے آنحضرت پر حملہ کرنا ایمانداری کا کام نہیں ہے +

ان سب امور پر غور کرنیسے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جس قصہ کی بنا پر پادری مانردے آنحضرت پر گناہ کا الزام لگایا ہے وہ قصہ ہی جھوٹا ہے - اور قرآن شریف ایسے الزام کی تردید کرتا ہے - ایک اور پہلو سے غور کر کے ہم اسی نتیجہ پر پہونچتے ہین - عرب ایک غیور قوم تھی اور بہ سبب اپنی شرافت کے احساس کے ان مین غیرت کا مادہ بہت تھا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ بیچوے یا دھوبی نہین تھے اور نہ ہی وہ عورتین جنہون نے آپ کی دعوت کو قبول کیا تھا کنجریان تھین بلکہ کیا مرد اور کیا عورت سب باغیرت اور پاکدامنی کی قدر کرنیوالے تھے - ایک موقعہ پر جب آنحضرت اپنی کسی بیوی کے ہمراہ جا رہے تھے تو دو آدمی پاس سے گذرے آپنے اسیوقت انکو بلا کر فرمایا کہ یہ میری بیوی ہے - یہ اسلئے نہین تھا کہ ان گذرنیوالے کے دلون مین آپ کی نسبت کوئی شک پیدا ہوا تھا - بلکہ آپ کی غیرت یہ نہین چاہتی تھی کہ امکانی طور پر بھی آپ کے صحابہ مین سے کسی کے دل مین کوئی شک پیدا ہو اور اسی کامل عصمت اور پاکدامنی کے لحاظ سے جو آپکو حاصل تھی آپنے یہ فرمایا - اسجگہ یسوع مین اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مین ایک بیّن فرق ہے - انجیلون مین ایک قصہ لکھا ہے کہ ایک موقعہ پر یسوع ایک کنجری کے ساتھ ایک ایسے مقام پر پایا گیا جہان اور کوئی انسان نہ تھا - اب اس باریک فرق پر غور کرو کہ آنحضرت اپنی بیوی کے ساتھ جا رہے تھے لیکن پھر بھی آپنے اسے ضروری سمجھا کہ اس پاک اور نازک تعلق کے مضبوطی کیساتھ قائم رہنے کیلئے جو آپکے مریدون اور آپکے درمیان تھا کسی کو امکانی طور پر بھی شک کی گنجایش نہیں ہونی چاہیئے - برعکس اس کے یسوع باوجود اسکے کہ شادی بھی نہ ہوئی ہوئی تھی اور انجیلونکے بیان کے مطابق شراب کے استعمال سے بھی پرہیز نہ کرتا تھا ایک مشہور برے چال چلن کی عورت کے ساتھ اکیلا گفتگو کرتا ہوا پایا گیا لیکن اس نے کچھ بھی خیال نہ کیا کہ ان لوگونکے دلونمین جنہون نے اسے اس حالت مین دیکھا ہوگا کیا خیالات گذرے ہونگے حالانکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اسکے کہ وہ اپنی بیوی کے کے ساتھ ہی جا رہے تھے اسقدر محتاط ثابت ہوئے ایک ایسے غیور آدمی کی نسبت جو اپنی عصمت کی حفاظت مین ہر وقت محتاط ہے ایسے الزام کا لگانا جیسا کہ زینب کے معاملے مین آنحضرت پر لگایا گیا ہے پادریونکی شرارت ہے - انہین واقعات سے یہ بھی پتہ ملتا ہے کہ آپکے صحابہ کو کیون آپکی کامل راستبازی پر پورا یقین تھا

اور یہی وجہ تھی کہ وہ اس کی راہ مین اپنی جان قربان کرنیکو کچھ بھی مشکل نہ سمجھتے تھے لیکن برخلاف اس کے یسوع کے مریدونکو ایسا موقعہ ہی نہین ملا کہ وہ اس کی کامل راستبازی پر پورا یقین حاصل کرین اور اسی لئے جب ذراسی تکلیف یسوع کو پہونچی تو بعض نے اسے پکڑوادیا بعض نے لعنت بھیجی اور باقی سب بھاگ گئے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جو کامل یقین صحابہ کو آنحضرت کی راستبازی کی نسبت تھا۔ اس کا عشر عشیر بھی یسوع کے مریدونکو یسوع کی نسبت حاصل نہین ہوا ان کی یہ کمزوریان جنکا ذکر انا جیل مین موجود ہے ان کی ایمانی کمزوریون کیوجہ سے تھین۔ یہان ہم پادری مانرو سے دریافت کرنا چاہتے ہین کہ اگر وہی واقعات جو یسوع کی نسبت انجیلون مین لکھے ہین کسی اور نبی کی نسبت ہوتے تو اسکے حق مین وہ کیا کیا عیب جوئی کرتا اسکا جواب دیتے وقت مانرو کو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ یسوع کے ہمعصرونکی رائے یسوع کی نسبت کیا تھی اور اس آیت کا بھی مطالعہ کرنا چاہئے جہان انجیل مین لکھا ہے کہ یسوع کے ہمعصر اسے شرابی اور گنہگارون یعنی کنجریون کا دوست کہتے تھے ٭

دوسرا موقعہ جہان پادری مانرو کے نزدیک آنحضرت کا کوئی گناہ بیان کیا گیا ہے آیت ذیل ہے۔ اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَا اَرٰکَ اللّٰہُ وَلَا تَکُنْ لِّلْخَآئِنِیْنَ خَصِیْمًا (سورہ نساء) ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ تیری طرف اتاری ہے تاکہ تو لوگون کے درمیان اس طرح فیصلہ کرے جس طرح خدا تجھے دکھاتا ہے اور دغابازون کی طرف سے جھگڑنیوالا کبھی مت بنو۔ شاید ناظرین حیران ہون کہ پادری مانرو اسی آیت سے آنحضرت کا کوئی گناہ ثابت کرنا چاہتے تھے مگر یہان کسی گناہ کا ذکر نہین۔ پادری صاحب کی دلیل یہ ہے کہ چونکہ آنحضرت کو کہا گیا ہے کہ دغابازون کیطرف سے جھگڑنیوالے مت بنو اس لئے ضرور ہے کہ پیغمبر صاحب کسی دغاباز کیلئے جھگڑے ہون مگر ایسی دلیل پادری مانرو کی بے سمجھی ظاہر کرتی ہے جب خدائے تعالے کسی نبی کو کوئی حکم دیتا ہے تو اس سے منشا یہ نہین ہوتا کہ وہ اسکی خلاف ورزی کر چکا ہے شاید اس بیہودگی کو پادری صاحب دوبارہ غور کرکے خود ہی سمجھ لین پادری مانرو نے اپنے نزدیک کوئی "فاضل مفسر" بھی مانا ہوا ہے جسکے پیچھے وہ بلا تحقیق چلتا ہے اور قرآن کے الفاظ پر کبھی غور نہین کرتا + اگر ان فاضل مفسرین نے جنکا حوالہ پادری مانرو دیتا ہے اپنی رائے بیان کی ہے تو جبتک اس کی معقولیت قرآن کے الفاظ سے نہ دکھائی جاوے وہ قابل تسلیم نہین ہو سکتی اور اگر وہ کسی روایت کی نقل کرتے ہین تو روایت کا صدق و کذب زیر بحث ہوگا۔ آیت مذکورہ بالا کی شان نزول کے متعلق ایک قصہ مختلف پیرایون مین بیان کیا گیا ہے اور اگرچہ ان مین سے کوئی روایت

بھی حدیث کے اعلیٰ درجہ کے صحیح طبقہ مین شمار نہین ہے لیکن وہ روایت جسے کسیقدر تسلیم کیا جاسکتا ہے وہی
ہے جسے جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب لباب النقول فی اسباب النزول مین بیان کیا ہی اور وہ اسطرح ہی
ہوترمذی اور حاکم وغیرہما نے قتادہ بن نعمان سے روایت کی ہی کہ ہم مین سے کچھ لوگ تھے جنکو بنو ابیرق
کہتے تھے - بشر بشیر - مبشر - اور بشیر ایک منافق آدمی تھا جو صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کیا
کرتا تھا اور پھر ان شعرون کو دوسرون کیطرف منسوب کر دیتا تھا اور یہ لوگ اسقدر حاجتمند تھے
کہ جاہلیت مین اور اسلام مین فاقہ تک ان کی نوبت پہونچی رہتی تھی - اور لوگون کا کھانا مدینہ مین ؛
کھجورین اور جو تھے - میرے چچا رفاعہ نے ایک بوجھہ درمک کا خریدا اور اسکو ایک مکان مین رکھدیا
جہان اسکے سلاح اور تلوار وغیرہ بھی تھے اس مکان مین نقب لگی اور طعام اور سلاح دونون
چرائے گئے - صبح کو میرا چچا آیا اور کہا کہ ہمارے مکان مین نقب لگی ہی اور ہمارا طعام اور سلاح دونون
چوری چلے گئے ہین پس ہمنے گھر مین تلاش شروع کی اور پوچھنے لگے تو ہمکو کہا گیا کہ رات کو بنو ابیرق آگ
جلاتے دیکھے گئے ہین اور ہمارا خیال ہی کہ وہ تمہارا ہی طعام تھا - بنو ابیرق نے کہا کہ ہمارے خیال مین
چور لبید بن سہل ہے اور یہ شخص ہم مین سے تھا جسکے متعلق صلاحیت اور اسلام بیان کیا جاتا تھا جب
لبید نے سنا تو اسنے تلوار کھینچ لی کہ مین اور چوری کرون - خدا کی قسم مین تمکو تلوار سے ہلاک کر دونگا ورنہ
اس چوری کو کھولو - بنو ابیرق نے کہا کہ ہمسے جدا ہو جاؤ ہم تمکو چور نہین کہتے - پھر ہم گھر مین پوچھنے لگے -
یہانتک کہ ہمین کوئی شک باقی نہ رہا کہ بنو ابیرق نے ہی یہ کام کیا ہی میرے چچا نے مجھے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور آپکے پاس یہ ذکر کر دو سو مین آنحضرت کے پاس گیا اور عرض کیا کہ اس طرح ہم مین سے
کچھ اہل بیت ہین جنہون نے میرے چچا کے مکان مین نقب لگا کر طعام اور ہتھیار نکال لئے ہین طعام کی تو
اب ہمین حاجت نہین لیکن ہمارے ہتھیار ہمین واپس دیدین آپنے فرمایا کہ مین غور کرونگا - جب بنو ابیرق
نے یہ سنا تو ایک آدمی کے پاس آئے جسکو اسیر بن عروہ کہتے تھے اور اس معاملہ مین اسکے ساتھ گفتگو
کی پس چند آدمی اس مکان کے رہنے والون مین سے جمع ہو گئے اور کہا کہ یا رسول اللہ قتادہ بن نعمان
اور اسکا چچا ہم مین سے چند آدمیونکو جو اہل صلاح اور مسلمان ہین چوری کا الزام لگاتے ہین اور انکے پاس
کوئی دلیل یا ثبوت اس امر کا نہین ہی قتادہ کہتا ہے پھر مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا
تو آپنے فرمایا کہ کیا تو ان لوگونپر جنکو اہل صلاح اور مسلمان کہا جاتا ہی بغیر دلیل اور ثبوت کے چوری کا الزام لگاتا ہی
مین واپس آیا اور اپنے چچا کو خبر دی اسنے کہا اللہ ہی مددگار ہی ابھی عرصہ نہ گذرا تھا کہ قرآن شریف کی یہ آیت

نازل ہوئی۔ اِنَّا اَنزَلنَا اِلَیکَ الکِتٰبَ الآیہ"۔

اب اس تمام قصہ مین سے پادری مانرو کو چاہیے کہ وہ الفاظ پیش کرے جہان رسول خدا کی کسی گناہ کا ذکر ہے۔ جو کچھ آنحضرت نے کیا واقعات کے ماتحت وہ بالکل حق تھا۔ قتادہ نے اپنے دعوے پر کوئی دلیل پیش نہین کی اور نہ ہی وہ اپنے دعوے کو ثابت کر سکا کیونکہ جب آنحضرت نے اس سے ثبوت مانگا تو وہ خاموش ہو کر چلا گیا اور اسکے چچا نے بھی ثبوت اور شہادت ضروری سے مایوس ہو کر یہی کہا کہ اب اللہ ہی ہماری مدد کریگا۔ بحیثیت ایک جج کے آنحضرت قتادہ کا دعوے خارج کرنے مین بالکل حق پر تھے کیونکہ اس نے کوئی شہادت پیش نہین کی۔ جج کسی مقدمہ کا فیصلہ صرف شہادت کے رو سے ہی کر سکتا ہے اور اگر اسکے سامنے کوئی شہادت نہ ہو تو وہ دعوٰی کو خارج کرنے مین انصاف اور حق کی کارروائی کرتا ہے اگر درحقیقت ایسا فیصلہ ٹھیک ہو تو جج قابل الزام نہین بلکہ دعوے کرنیوالا قابل الزام ہے کہ کیون اس نے ضروری شہادت پیش نہین کی۔ اسلیئے اگر آنحضرت کا ارادہ قتادہ کے خلاف فیصلہ کرنیکا تھا بھی تو بھی آنحضرت پر ایسے کوئی الزام نہین آسکتا۔ یہ کسقدر بیوقوفی ہے کہ یہ کہا جائے کہ چونکہ ثبوت کے نہ ہونیکی وجہ سے آنحضرت ایک دعوے کو خارج کرنا چاہتے تھے اسلیئے آپ گنہگار ہین۔ کیا کہین آپکو خدا نے یہ حکم دیا تھا کہ جس دعوے کی شہادت مدعی پیش نہ کرے اسکا فیصلہ مدعی کے حق مین دینا چاہیے۔ انبیاء پر نکتہ چینی کی عادت نے پادری مانرو کو اس بیہودگی کیلیئے مجبور کیا ہے ورنہ وہ منہ سے نکالنے سے پہلے ضرور اس بات کو سوچ لیتا۔

اگر آنحضرت قتادہ کے خلاف فیصلہ کر بھی دیتے تو وہ بالکل حق بجانب ہوتے کیونکہ جج کا کام صرف شہادت پیش کردہ پر غور کرنا ہے لیکن وحی الہی نے فی الفور آپ کو اطلاع دیدی کہ اگرچہ مدعی کے پاس ثبوت کوئی نہین لیکن حق پر وہی ہے اس لئے آپنے اسی کے مطابق فیصلہ دیا جو اللہ تعالےٰ نے آپ کو دکھایا تھا اور آپ دغابازون کے طرفدار کبھی نہین بنے نہ کبھی ایسا ارادہ کیا بلکہ یہ الفاظ کہ لَا تَکُن لِّلخَآئِنِینَ خَصِیمًا۔ آنحضرت کے دل کی اصلی حالت سے آگاہ کرتے ہین کہ وہ پاکدل کبھی دغابازون کا طرفدار ہو ہی نہین سکتا۔ اس طرح پر آیت مذکورہ بالا آنحضرت کے منہ مین یون ہوگی کہ خدا نے مجھ پر حق کیساتھ یہ کتاب اتاری ہے تاکہ لوگونکے درمیان مین اسی طرح فیصلہ کرون جس طرح اللہ تعالےٰ مجھے دکھائے۔ اور مین کبھی بھی دغابازون کا طرفدار نہین ہونگا۔ ایک سمجھدار آدمی پادری مانرو پر تعجب کریگا کہ کہان سے گناہ کا نتیجہ نکالا ہے۔

(باقی آیندہ)

اخبار ایپی فینی

اور

مسلمانون کا اعتقاد دوزخ کے متعلق

مذہب عیسائی مین کفارہ کے بہانے سے جو آزادی دیگئی ہے وہ کبھی کبھی کسی مسلمان کیلئے باعث ترغیب ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے تمام گناہون کو خون مسیح مین ڈبو کر بالکل لا پروا ہو جاوے - ایک شخص اخبار ایپی فینی مین لکھتا ہوا - ۱۸ جولائی کے پرچے مین کہتا ہے کہ قرآن شریف کی یہ تعلیم ہے کہ تمام انسان خواہ نیک اور خواہ بد دوزخ کی آگ مین جلائے جائینگے اور اس سے کفارے کی ضرورت کا نتیجہ نکالا گیا ہے - یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قرآن شریف کی اسی تعلیم نے پادری عماد الدین کے دلپر یہ اثر کیا تھا کہ اس نے اسلام کو چھوڑ کر عیسائی مذہب کو قبول کیا - چونکہ پادری صاحب مر چکے ہین اس لئے ہم اسوقت ان کی تبدیلی مذہب کے وجوہ کو ظاہر نہین کرتے مگر ہم حیران ہین کہ اگر بفرض محال یہ صحیح بھی ہو کہ مذہب اسلام کی تعلیم یہی ہے کہ سب لوگ دوزخ کا مزہ چکھے بغیر نہ رہینگے تو کفارے کی سچائی اس سے کیونکر ثابت ہو سکتی ہے ان باتون کی کہ "ایک منجی بہتونکے گناہ اٹھانے کیلئے بھیجا گیا" یا "خدا نے مسیح مین ہو کر دنیا سے صلح کی" - عقلمندونکے نزدیک ایک دیوانے کی بڑ سے بڑھکر کیا وقعت ہو سکتی ہے - تعجب ہے کہ پادری صاحبان جب کفارے کی گفتگو شروع کرتے ہین تو کیسی آسانی سے عقل کو لات مار دیتے ہین اگر کسی مسلمان مفسر نے یہ بیان کیا ہے کہ ان کے ایمان کی قوت سے آگ انکے لئے ٹھنڈی کر دیجاوے گی تو اسپر ایپی فینی کا نامہ نگار ہنستا ہے لیکن کفارے کے بے سر و پا مسئلہ پر اسے کوئی اعتراض پیدا نہین ہوتا - مذہب مین اس قسم کے اصول کہ ایک شخص آکر سب کے گناہ لے گیا اور سب کو فارغ کر گیا - سخت نقصان دہ ہین اور بیقیدی کی زندگی کیطرف انسان کو مائل کرتے ہین مگر افسوس تو یہ ہے کہ جب یہ لوگ اپنے آپ کو پاک نہین کر سکتے تو پھر اپنے مسیح مین خدا کو دوزخ مین بھیجنے سے دریغ نہین کرتے اگر یہ مان بھی لین کہ اسلامی تعلیم یہی ہے کہ سب لوگ دوزخ مین جاوینگے تو کیا یہ سچ نہین ہے کہ عیسائی تعلیم نے تمام آدمیون کے علاوہ اپنے خدا کو بھی دوزخ مین بھیجکر اسکو اور بھی بھیانک بنا دیا ہے - اگر پادری صاحبان یہ کہین کہ خدا گنہگارونکے بچانیکے لئے دوزخ مین گیا تو کیون جائز نہین

کہ کوئی نیک آدمی اپنے گنہگار بھائیون کو بچانیکے لئے دوزخ مین جائے +

اب ہم اس قرآنی تعلیم کو دیکھتے ہین - ابتدا سے ہی اسلام مین کسی کا مذہب یہ نہین ہوا کہ راستباز جہنم مین جلائے جاوینگے آیت اِنۡ مِّنۡكُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا کو قرآن شریف کی اس دوسری آیت کے ساتھ ملا کر پڑھنا چاہیے جس مین لکھا ہے اِنَّ الَّذِيۡنَ سَبَقَتۡ لَهُمۡ مِّنَّا الۡحُسۡنٰٓى ۙ اُولٰٓـئِكَ عَنۡهَا مُبۡعَدُوۡنَ + لَا يَسۡمَعُوۡنَ حَسِيۡسَهَا ۚ وَهُمۡ فِىۡ مَا اشۡتَهَتۡ اَنۡفُسُهُمۡ خٰلِدُوۡنَ + لَا يَحۡزُنُهُمُ الۡفَزَعُ الۡاَكۡبَرُ وَتَتَلَقّٰٮهُمُ الۡمَلٰٓـئِكَةُ جسکا ترجمہ یہ ہے کہ یقیناً وہ لوگ جن کے لئے پہلے سے ہی ہمنے نیک بدلہ مقرر کر چھوڑا ہے وہ دوزخ سے بہت دور رہین گے - اس کی آہٹ تک بھی نہین سنین گے - اور ہمیشہ کیلئے ایسی زندگی بسر کرین گے جو انکے دل چاہتے تھے - یہ بڑی گھبراہٹ ان کو غم مین نہ ڈالے گی اور فرشتے آگے سے ان کی ملاقات کرینگے" کیا اس سے زیادہ صاف اور واضح الفاظ کی ضرورت ہے جنسے ثابت ہو کہ راستباز جہنم مین کبھی نہ جلائے جائینگے اس آیت مین کئی باتین بیان کی گئی ہین - اول یہ کہ راستباز دوزخ سے بہت دور رہین گے اور اس لئے اسے دیکھین گے بھی نہین - دوسرے یہ کہ وہ اس کی آہٹ کو نہین سنین گے - تیسرے یہ کہ اسکے عذاب کو وہ محسوس نہین کرینگے پس جب یہ تینون باتین قرآن کریم کے صاف اور واضح الفاظ سے ثابت ہین تو پھر مفسرین کا اختیار ہے کہ اس آیت کو مدنظر رکھکر اس طرح پر آیت زیر بحث کی تفسیر کرین جو ان کی رائے مین ٹھیک ہو - ان تشریحونکو یہ کہنا کہ یہ ایک سخت مشکل کو ٹالنے کیلئے کوششین ہین - معترض کی اپنی حماقت ہے - قرآن کریم کے معنے کرنے مین مدنظر رکھنا اس امر کا ضروری ہے کہ وہ معنے کسی دوسرے مقام کے مخالف نہ ہون - اب جب قرآن شریف صاف صاف کہتا ہے کہ راستباز نہ دوزخ کو دیکھین گے نہ اس کی آواز کو سنین گے نہ اسکا عذاب چکھینگے تو نیک نیت معترض کو چاہیے کہ اس مقام پر ٹھہر کر پہلے غور کرے کہ اسکا اعتراض کہانتک صحیح ہے - لیکن پادری صاحبان اعتراض کرتے وقت کبھی ایمانداری اور نیک نیتی سے کام نہین لیتے - وہ اپنے مذہب کے ہر ایک عیب کو چھپاتے اور دوسرے مذاہب کو ناحق اعتراضات کا نشانہ بناتے ہین - ہم یہ نہین کہتے کہ انہین مفسرین کی ہر ایک رائے کو تسلیم کر لینا چاہیے بلکہ قرآن شریف کے الفاظ پر پوری توجہ کرنی چاہیے اِنۡ مِّنۡكُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا کے معنون مین اگر کوئی مشکل انہین نظر آئی تھی تو چاہیے تھا کہ قرآن شریف کو پڑھکر دیکھتے پھر انہین معلوم ہو جاتا کہ اس آیت کے معنی کسی صورت مین یہ نہین ہو سکتے کہ راستباز جہنم مین جلائے جاوین گے اگر معنے کرنیوالے کیلئے اس آیت مین ایک مشکل کا سامنا ہے تو یہ کونسی عجیب بات ہے کیا بائیبل ایسی مشکلات سے خالی ہے اگر نامہ نگار سند کو خیال گذرا ہے کہ واقعی بائیبل مین

کوئی ایسی مشکل نہین توجسقدر مثالین وہ چاہیگا ہم پیش کر دینگے لیکن یہ ہمنے بطریق تنزل مانا ہو کہ اس آیت مین کوئی خصوصیت سے مشکل ہو +

اب ہم اصل الفاظ آیت کو لیکر دکھاتے ہین کہ اسکے معنو مین کوئی بڑی مشکل درپیش نہین - اِنْ مِنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا یعنی تم مین سے کوئی نہین جو اس مین (یعنی دوزخ مین) نہ جائے - پس سب سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ اسجگہ مخاطب کون لوگ ہین کیا اس سے مراد ساری دنیا ہو - یا صرف بد لوگ یا صرف راستباز اور مومنین - ایچ جینی کو نامہ نگار کا یہ خیال معلوم ہوتا ہے کہ اس سے صرف راستباز ہی مراد ہین چنانچہ وہ کہتا ہے کہ "دوزخ کے لئے جو لفظ اس آیت سے پہلے استعمال کیا گیا ہے وہ جہنم ہے جو مسلمان متکلمین کے نزدیک دوزخ کا وہ طبقہ ہے جہان مسلمانون کو انکے گناہونکے بدلے سزا بھگتنی ہوگی قبل اسکے کہ وہ جنت مین داخل ہون" پھر اس سے آگے اسکا بیان ہو کہ قرآن سات درجہ دوزخ کے بیان کرتا ہے لیکن خود اس نے صرف چھ کے نام لئے ہین - امر واقع یہ ہو کہ یہ چھ نام یعنی جہنم - لظی - حطمہ - سعیر - جحیم - اور ہاویہ دوزخ کے ہی الگ الگ نام ہین اور قرآن شریف مین کہین نہین لکھا کہ یہ دوزخ کے طبقونکے نام ہین جہان الگ الگ قسم کے کافر رکھے جائینگے - اس سے زیادہ ان چھ طبقونکے متعلق (ساتوین کا تو پادری صاحب نام نہین لیتے شاید وہ انہون نے اپنے لئے مخصوص کر لیا ہو) ہم کچھ نہین کہنا چاہتے کیونکہ پادریصاحبان کبھی شرمندہ نہین ہوتے خواہ کتنی دفعہ ثابت کیا جاوے کہ وہ قرآن شریف سے محض جاہل ہین اور نہ ہی سمجھ سوچکر اعتراض کرتے ہین - یہان ہماری غرض ناظرین کو اس امر کیطرف توجہ دلانیکی ہو کہ یہ عیسائی نامہ نگار بڑی چالاکی سے یہ بیان کرنا چاہتا ہے کہ اِنْ مِنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا مین جو حتمی وعید ہو اسمین صرف مسلمان ہی شامل ہین کیونکہ نام صرف جہنم کا لیا گیا ہو جو اسکے نزدیک مسلمانونکے لئے مخصوص ہو اور باقی حصے جنمین اسکے نزدیک عیسائی - بت پرست - مجوسی - یہودی منافق ہونگے - انکا یہان ذکر نہین کیونکہ ان طبقات کے یہان نام بھی موجود نہین ہین اسطرح پر پادریصاحب قرآن شریف سے ثابت کرتے ہین کہ خدا نے اسے اپنے اوپر لازم کر لیا ہو کہ وہ ہر ایک مسلمان کو ضرور ضرور دوزخ مین بھیجیگا البتہ کافرونکو دوزخ مین بھیجنا اس موکد طور پر اس نے اپنے اوپر لازم نہین کیا اس لئے شاید وہ چھوڑ دئے جاوین تو چھوڑ ہی دئے جاوین - گویا نتیجہ پادریصاحب کے نزدیک یہ ہو کہ ہر ایک مسلمان ضرور دوزخ مین جائیگا اگرچہ کافرون مین سے بعض کے بچ جانیکا امکان ہو - بھلا اس سے بڑھکر بھی کوئی کافرون کیلئے اسلام مین داخل ہونیکے واسطے تحریص ہو سکتی تھی - پادری ڈبلیو جی صاحب سب سے لایق پادری ہو جو کبھی ہندوستان مین آیا ہو - اگر آج یہ پادری صاحب جو اپنی قوم کیلئے جائے فخر ہین ہندوستان

مین نہ ہوتے تو یہ عظیم الشان فتح عیسائی مذہب کو اسلام پر کسطرح حاصل ہو سکتی۔ پادری صاحبان کیلیے اس شخص کا وجود اس زمانہ مین غنیمت ہے اور اپنی اس خوش قسمتی پر کہ انکے درمیان ایسا آدمی موجود ہے۔۔

یہ تو ہین ایپی فینی کے نامہ نگار کے توہمات۔ قرآن شریف کو دیکھتے ہین تو اس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ اس آیت زیر بحث مین اسکے مخاطب کون لوگ ہین چند آیتین پیچھے یہ آیت ہے وَيَقُولُ الْإِنسَانُ أَإِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ أُخْرَجُ حَيًّا + " اور انسان کہتا ہے کہ کیا جب مین مر جاؤنگا تو اسکے بعد پھر زندہ کر کے اٹھایا جاؤنگا" مگر ہر ایک انسان تو یہ نہین کہتا۔ آنحضرت اور آپکے صحابہ تو یہ نہ کہتے تھے پس الانسان سے یہان مراد یوم البعث کا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا منکر ہے۔ چنانچہ اسکے بعد فرماتا ہے " قسم ہے تیرے رب کی کہ ہم ان (منکرین) کو اور شیطانونکو (جنہون نے انہین گمراہ کیا) اکٹھا کرینگے پھر انکو دوزخ کے گرد گھٹنونکے بل حاضر کرینگے۔ پھر ہم ہر فرقہ مین سے جدا کرینگے جونسا انمین سے سخت اکڑ رحمان سے رکھتا تھا۔ پھر ہمکو خوب معلوم ہین وہ لوگ جو اس مین جلائے جانیکے زیادہ قابل ہین (یعنی جیسا جیسا کوئی رحمٰن سے زیادہ اکڑ بازی کریگا ویسے ہی سخت سزا اسکو دیجاویگی)"۔ اسکے بعد وہ آیت آتی ہے یعنی اِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا جو زیر بحث ہے اور پہلی آیتین صاف بتا رہی ہین کہ یہان مخاطب وہی لوگ کئے گئے ہین جن کا پہلے بطور غائب ذکر ہے۔ وہی لوگ جنکی بنسبت قرآن شریف پہلی آیت مین کہہ چکا ہے کہ انکو گھٹنونکے بل دوزخ کے گرد اکٹھا کیا جاویگا اور یہ منکرین اور شیاطین کا گروہ ہے۔ انہین کو یہ کہا جاتا ہے کہ جس طرح وہ انکار پر سختی سے قائم ہین ویسا ہی یقینی اور مضبوط امر یہ ہے کہ وہ قیامت کو اٹھائے جاوینگے اور انکو انکے بداعمال کی سزا دیجاویگی پس یہ حتمی وعید عذاب کا بھی انہین لوگونکے لئے ہے +

اب چند اعتراضونپر جو ان معنون پر کئے جاتے ہین غور کرنا باقی ہے ان معنونکی تردید مین کہا جاتا ہے کہ اسکے بعد یہ آیت ہے ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوا جسکے معنے یہ کئے جاتے ہین کہ اسکے بعد ہم متقیونکو چھوڑ دینگے اور نتیجہ یہ نکالا جاتا ہے کہ اسلیے متقی بھی دوزخ مین رہ چکے ہونگے تو ہی یہ الفاظ انپر صادق آسکتے ہین مگر اسجگہ ثم کے معنے کرنیمین غلطی کیجاتی ہے۔ ثم کے معنے ہمیشہ یہی نہین ہوتے کہ ایک واقعہ جو دوسرے واقعہ سے بعد ہوا اسکے ساتھ ثم لگایا جاتا ہے بلکہ ایک بالکل نیا ذکر بھی جو ترتیب مین پیچھے نہین ہوتا ثم سے شروع کر دیا جاتا ہے اسکی مثال سورہ انعام مین موجود ہے آنحضرت کا ذکر کرتے کرتے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ کوئی سمجھدار آدمی اسکے یہ معنے نہین کریگا کہ اسکے بعد (یعنی آنحضرت کے بعد) ہم نے موسے کو کتاب دی بلکہ یہان صاف معنے یہ ہین کہ اب ہم ایک نیا ذکر شروع کرتے ہین کہ ہمنے موسے کو بھی کتاب دی تھی یا جیسا کہا جاتا ہے کہ اور سنو ایسا ہی اسجگہ

بھی ہے۔ لفظ نجّی سے بھی یہ نتیجہ نہین نکلتا کہ وہ عذاب مین گرفتار ہوچکی ہونگے اور پھر انکو نجات دیجاوے گی۔ بلکہ اسکے معنی صرف یہ ہین کہ انکو دوزخ سے بچایا جاویگا۔ قرآن شریف مین اسکی مثالین موجود ہین۔ جب فرشتے لوط کے پاس آتے ہین تو وہ کہتے ہین اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اسکا یہ مطلب نہین کہ تھوڑے سے عذاب مین تمکو گرفتار کرکے اسکے بعد چھوڑ دینگے بلکہ یہ کہ ہم اس عذاب سے جو مجرمین پر آنیوالا ہے تمکو بالکل بچا لینگے ایسا ہی ان الفاظ سے کہ وَنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا "اور ظالمونکو اسکے اندر ہم گھٹنونکے بل چھوڑ دینگے" یہ نتیجہ نکالنا کہ متقی گھٹنونکے بل دوزخ مین نہین چھوڑے جاوینگے* اور اس طرح یہ نہ چھوڑنے کا لفظ ان پر صادق آئیگا۔ محض خیالات اور توہمات ہین۔ حق بات یہ ہے کہ اسجگہ متقیون اور ظالمون کا ذکر پہلو بہ پہلو کرکے ان کی حالتون کا مقابلہ کیا گیا ہے کہ ایک گروہ متقیون کا ہی جو نجات پائیگا اور دوسرا گروہ ظالمونکا ہی جو گھٹنونکے بل دوزخ مین چھوڑا جاویگا۔ اسکی مثالین بھی بکثرت قرآن شریف مین موجود ہین چنانچہ اسی سورت مین آگے چلکر فرماتا ہے۔ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا۔ اسدن ہم متقیون کو رحمٰن کے پاس مہمانون کے طور پر اکٹھا کرلاوینگے اور مجرمونکو جہنم کیطرف پیاسے ہانک لیجاوینگے" ایسا ہی سورہ زمر مین فرماتا ہے + وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا...... وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا۔ اور کافر جہنم کیطرف گروہ گروہ کرکے ہانکے جاوینگے اور راستباز جنت کیطرف گروہ گروہ کرکے بلائے جاوینگے" یہان بھی وہی مقابلہ متقیون اور کافرونکا دکھایا گیا ہے جو آیت زیر بحث کی مابعد کی آیت مین ہے۔ ان سب آیتون مین یہ صاف طور پر دکھایا گیا ہے کہ متقی اور کافر دو مختلف سمتونمین چلائے جاینگے ایک جنت کیطرف اور دوسرے جہنم کیطرف +

بالآخر ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہین کہ اگر خطاب اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا مین کل دنیا کو ہو تو وہ معنی جو محقق مسلمان مفسرین نے کئے ہین ان مین کسی اعتراض کی گنجائش نہین۔ پادری صاحبان کو ہم یہ نصیحت کرتے ہین کہ وہ قرآن شریف پر ذرا زیادہ غور کرنے کی عادت ڈالین اندھا دھند اعتراض کرنیسے آخر انہین خود ہی شرم اٹھانی پڑتی ہے۔ یہ بھی انہین سمجھ لینا چاہئے کہ ان تنگ بازیون سے کفارے کا مسئلہ حل نہین ہوجاویگا۔ ان کو چاہئے کہ اگر وہ واقعی سچائی کے طالبونکے لئے کفارے کے مسئلہ کے سمجھنے کے لئے کوئی راہ کھولنا چاہتے ہین تو اسے عقلی دلائل کے ساتھ پیش کرین +

* اور پھر ان الفاظ سے یہ مطلب نکالنا کہ وہ دوزخ مین ڈالکر نکالے جاوینگے *

ریویو آف ریلیجنز

انگریزی واردو مین ہر ماہ کی بیس تاریخ کو چالیس یا زیادہ صفحون پر شائع ہوتا ہے اور اسکے مضامین تین قسم کے ہوتے ہین - مذاہب باطلہ (جن مین سب سے بڑھکر عیسائی مذہب ہے) کی تردید - قرآن کریم کی حقانیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلائل - اسلام پر جو اعتراض یا شکوک ہون ان کا رفع کرنا - مضامین عموماً حضرت میرزا غلام احمدؑ صاحب کے ہوتے ہین +

قیمت انگریزی رسالہ	سالانہ مع محصولڈاک	للعہ	فی پرچہ ۶ /
" اردو رسالہ	" "	معمولی کاغذ عہ	" " ۳ /
" "	" "	ولائتی کاغذ سے	" " ۴ /

پیشگی قیمت آنے پر جاری ہو سکتا ہے یا پہلا پرچہ بذریعہ وی پی سالانہ یا ششماہی قیمت کی وصولی کے لئے بھیجا جا سکتا ہے - یہ رسالہ تجارتی اشتہارات کے لئے بھی کھلا ہے بشرطیکہ وہ ہر ایک قسم کے فحش سے اور مبالغہ سے پاک ہون - اجرت اشتہارات کا نقشہ حسب ذیل ہے - فی سطر ۴ /

	پورا صفحہ	نصف صفحہ	چوتھائی صفحہ
سالانہ	عہ سے /	عہ /	عہ /
ششماہی	عہ /	عہ /	سے /
سہ ماہی	عہ /	سے /	للعہ /

❊ رسید زر

ازا۳ جولائی تا ۱۹ اگست ۱۹۰۳ء

۸۶۸ مولوی محمد فاروق صاحب	عا /	۱۲۳ نواب محمد علی خانصاحب	عہ
۲۶۲ میان جمال الدین صاحب	عہ /	۳۹۱ حکیم محمد زمان صاحب	عہ /
۲۵۶ میر برکت علیصاحب	عہ /	۸۳۲ میان منہر بخش صاحب	عا /
۲۵۵ بدر الدین صاحب طبیب	عہ /	۳۸۶ محمد نواب خانصاحب	للعہ /
۵۲۶ سید محمد مسیح صاحب	سے ۳ /	۱۵ ماسٹر عبد الرؤف صاحب	عا /

❊ سوائے وی پی کے جو روپیہ صرف اردو یا اردو اور انگریزی رسالہ کی قیمت مین وصول ہوا کریگا اس کی رسید اس جگہ دیجایا کریگی جو روپیہ بسبیل وی پی وصول ہوگا یا جو صرف انگریزی رسالہ کی قیمت مین وصول ہوگا اس کی رسید اس جگہ نہین دیجاوے گی +

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے متعلق دو اخبار قادیان سے نکلتے ہین جنمین حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی تقریرین اور ہفتہ وار حالات اور سلسلہ کے متعلق خبرین - قرآن شریف پر لطیف نوٹ - مخالفین سلسلہ کے اعتراضونکے جواب وغیرہ درج ہوتے ہین - اخبار **الحکم** سولہ صفحون پر مہینہ مین چار بار عہ سالانہ -

البدر ہر جمعہ کو ۸ صفحون پر نکلتا ہے + قیمت عہ سالانہ +

محبوب جواہر - مشک عنبر - مونگا موتی - یاقوت - اور بیش قیمت جواہرات سے خالص تیار ہوتی ہیں انسان کی زندگی تندرستی اور طاقت کیلئے انسے بہتر کوئی دوا نہیں - امراض قلب اعضا گردہ شاداف خون کے رفع کرنے میں بے مثل ہیں معدہ کو درست اور خون کو بہت سے مواد صاف اور تمام جسم کے اعضا کو قوی اور مضبوط کرتی ہیں وبائی اور زہریلی بیماریوں کو روکدیتی ہیں طبیعت میں تفریح اور خاطر خواہ نشاط پہنچاتی ہیں عقل ہوش و حواس حافظہ و ذہن کو ترقی

مرہم عیسی - عجیب و غریب اگر دنیا میں سب سے پر تاثیر ہے بیدف ہر قسم کے زخموں جراحتوں چوٹوں گلٹیوں - خنازیر - سرطان - طاعون اور ہر ایک قسم کے خبیث زہریلے پھوڑوں پھنسیوں - ناسوروں - بواسیر - گنج - خارش اور طرح طرح کی جلدی بیماریوں ہاتھوں کے سردی سے پھٹ جانے یا اور وجہ کے کاٹ لینے جل جانے - عورتوں کے خطرناک سرطان رحم وغیرہ کے لئے صدہا سال کا مجرب سلف کے حکماء کا متفقہ و مجربہ بابرکت علاج چاہتے ہیں تو یہ بابرکت مرہم صرف اس کارخانہ سے منگائیے - جو اسکو خالص اجزا سے تیار کرنیکا ذمہ دار ہے نیز جہان اسکے کامیاب تاثیرات کا ممنون ہے - قیمت فی ڈبیہ ۱ اعمر

پاکٹ کیس ادویات - اکثر جا بیں طبیب اور علاج کے بروقت نہ پہونچنے سخت تکلیف برداشت کرتی اور بعض وقت بحسرت ہلاک ہو جاتی ہیں اور اس دردناک حالت کو دیکھکر ہمنے یہ پاکٹ کیس تیار کیا ہے اور اسمیں مختلف پچاس ساٹھ بیماریوں کی جنکی اکثر شکایت رہتی ہے وہ زود اثر صحیح مجرب ادویہ رکھی ہیں جنسے بڑھکر ڈاکٹری اور یونانی طب ثابت نہیں کرسکی اور یہ کیس ایسا بنایا گیا ہے کہ جیب میں رہ سکے ایک ترکیب اسکے ہمراہ ہے اور ہر طرح سہل آسان بیان کیگئی ہے کہ شدبد جاننے والا انسان بھی سفر و حضر میں اسکو سمجھکر پورے طبیب کا کام دے سکتا ہے اور ادویہ کے استعمال بروقت مریض کو خطرات متعلقہ سے بچا سکتا ہے اسلئے اس پاکٹ کیس کا ہر ایک انسان کے پاس ہر حالت میں ہونا ضروری ہے - قیمت ے ر عہ -

عمدۃ التقویم سنہ ۱۹۰۳ء معہ فہرست ادویات مفت	کارخانہ مرہم عیسے حکیم محمد حسین برادر - لاہور سے طلب کرو	آئینہ صحت نماہو سرٹیفیکیٹ اور ادویا کارخانہ مرہم عیسی

Digitized by Khilafat Library

ہدائتیں

(۱) بارہا یہ اعلان کیا گیا ہے کہ خریداران خط و کتابت میں یا روپیہ بھیجتے وقت اپنا نمبر جو ان کی چٹ پر انکے نام کے پہلے ہوتا ہے ضرور دیا کریں مگر اسپر توجہ نہیں کیجاتی لہذا کوئی صاحب جو اس قاعدہ کی پابندی نہ کرنا چاہیں وہ وقت پر تعمیل نہ ہونے کی شکایت نہ کریں +

(۲) حصص سرمایہ انجمن اشاعت اسلام کا روپیہ بنام مفتی محمد صادق فنانشل سکرٹری انجمن بمقام قادیان آنا چاہیئے اور اسکے متعلق خط و کتابت مولوی شیر علی صاحب بی اے سکرٹری بورڈ آف ڈائرکٹرز بمقام قادیان یا خواجہ کمال الدین صاحب سکرٹری انجمن بمقام پشاور سے ہونی چاہیئے +

(۳) خریداری میگزین کا روپیہ منیجر رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے نام آنا چاہیئے اور جملہ خط و کتابت متعلقہ بھی اسی پتہ پر ہونی چاہیئے +

المشتہر - منیجر ریویو آف ریلیجنز قادیان ضلع گورداسپور

مدرسہ تعلیم الاسلام خدا کے فضل سے کالج بنگیا ہے اسکے استحکام اور تقویت کیلئے سب بھائیوں کو فراہمی چندہ میں خاص طور سے کوشش کرنی چاہیئے اور اپنے عزیزوں اور متعلقین کو تعلیم کیلئے اسجگہ بھیجنا چاہیئے اسکے متعلق ہر ایک استفسار کا جواب مفتی محمد صادق صاحب دینگے +